باب 3

تعلیم کی بنیادیں (Foundations of Education)

سوال: تعلیم کا مفہوم واضح کریں۔ تعلیم کی اہم بنیادیں کون کون سی ہیں؟ کسی ایک کی وضاحت کریں۔

جواب

تعلیم کا مفہوم

تعلیم کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کیلئے تعلیم کا مفہوم اور تصور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ تعلیم ایک ایسی ہمہ گیر اصطلاح ہے جس کا مفہوم ایک جملے میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ہر معاشرہ اپنے افراد کی تعلیم و تربیت کا انتظام ترجیحی بنیادوں پر کرتا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ تعلیم کے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا۔ تعلیم انسانی زندگی اور معاشرہ کیلئے ناگزیر ہے۔ علم ہی انسان کو اشرف المخلوقات بناتا ہے۔ تعلیم ہی انسان کو خیر و شر میں تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ فرد کی خاص سمت میں رہنمائی کی جاتی ہے اور تعلیم ہی کے ذریعے فرد کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور نکھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تعلیم ایک جامع لفظ ہے جس کا وسیع مفہوم ہے۔ تعلیم کے ذریعے جہاں طالب علم کو معلومات اور مہارتیں سکھائی جاتی ہیں اور اسے حقائق سے آگاہ کیا جاتا ہے، وہاں اس کی تعلیم و تربیت بھی کی جاتی ہے۔ تعلیم میں وہ تمام معلومات اور تجربات شامل ہیں جو بنی نوع انسان نے آغاز انسانیت سے آج تک تاریخ کے مختلف ادوار میں نسل در نسل منتقل کر کے ہم تک پہنچائے ہیں۔

عملِ تعلیم خلا میں سرانجام نہیں پاتا بلکہ یہ انسانی معاشرے اور قومی نظریہ حیات کی روشنی میں تربیت پا کر عمل کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ ہر قوم پہلے اپنا نظریہ حیات طے کرتی ہے، پھر اس کے مطابق نئی نسل کے لیے نظام تعلیم متعین کرتی ہے۔ کسی بھی قوم کے طرزِ فکر، طرزِ عمل اور اخلاقی اقدار و روایات کے مجموعہ کو نظریہ حیات کہا جاتا ہے۔ گویا کسی قوم کا زندگی کے بارے میں نقطۂ نظر، اس کا قومی نظریہ حیات قرار پاتا ہے۔ عمل تعلیم اور تعلیمی نظام کو قومی نظریہ حیات سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لحاظ سے تعلیم، قومی نظریہ حیات کی نسلِ نو تک منتقلی کا عمل ہے۔

تعلیم کی اہم بنیادیں

(Important Foundations of Education)

تعلیم کی چار مندرجہ ذیل اہم بنیادیں (Foundations) ہیں:

1- نظریاتی بنیادیں (Ideological Foundations)
2- فلسفیانہ بنیادیں (Philosophical Foundations)
3- نفسیاتی بنیادیں (Psychological Foundations)
4- سماجی اور معاشی بنیادیں (Sociological & Economical Foundations)

تعلیم کی نظریاتی بنیادیں: ہر ملت یا معاشرے کا کوئی نہ کوئی نظریہ ہوتا ہے۔ انسان کا نظریہ حیات ہی اسے جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ایک ہی نظریہ حیات رکھنے والے لوگ ایک ہی معاشرے کو جنم دیتے ہیں اور پھر یہ معاشرہ اپنے نظریہ حیات کی روشنی میں اپنے تعلیمی مقاصد متعین کرتا ہے اور پھر تعلیم کے ذریعہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر قوم پہلے اپنا نظریہ حیات متعین کرتی ہے اور پھر اس کے مطابق اپنی نئی نسلوں کی تربیت کے لیے ایک نظامِ تعلیم تشکیل دیتی ہے۔

www.downloadclassnotes.com

کوئی بھی نظریۂ حیات زندگی کے بارے میں چند بنیادی سوالات کے جوابات کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ مثلاً اس کائنات کا خالق کون ہے؟ کائنات میں انسان کا مقام کیا ہے؟ اس کائنات اور انسان کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟ کیا موت کے بعد دوبارہ زندگی ہے یا موت ہی اس زندگی کا انجام ہے؟ اگر ان کا خالق ہے تو اس خالق کے ساتھ انسان کا رشتہ کیا ہے؟

یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کے صحیح جوابات کی روشنی میں نظریۂ حیات کا تعین ہوتا ہے اور اس سے افرادِ معاشرہ کے لیے عملِ تعلیم کی بنیادیں طے ہوتی ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات: پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لہٰذا اسلامی نظریۂ حیات کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ مادی کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آئی ہے۔ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور انسان کو جاننے، سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں عطا کیں۔ نیکی اور بدی کی تمیز دی۔ اسے اپنی سوچ، ارادے اور عمل کی آزادی دی۔ اس کائنات میں تصرف کے اختیارات بخشنے کا مقصد آزمائش اور امتحان ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو مان کر اور نافذ کر کے اس کائنات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالے۔

انسان کا مقصدِ تخلیق اطاعت الٰہی ہے۔ انسان اپنی زندگی میں اللہ کی طرف سے رہنمائی اور تربیت کا محتاج ہے۔ یہ ہدایت انبیاءؑ کے ذریعے انسانوں کو عطا ہوئی ہے۔ یہ ہدایت (قرآن مجید) اور سنت رسولؐ کی صورت میں موجود ہے۔ انسان ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہے اور قیامت کے روز یہ جوابدہی لازمی ہے۔

اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق یہ کائنات حقیقی وجود رکھتی ہے اور انسان کو اس کائنات میں ایک ذمہ دارانہ اہم مقام حاصل ہے۔ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہی انسان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی حاکمیت اعلیٰ کو ماننا اور اس کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا اس تصور کا واضح تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں معیارِ عمل وہ تعلیمات ہیں جو آخری الہامی کتاب قرآن مجید اور آخری رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر مشتمل ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات دوسرے مذاہب کی طرح زندگی کو دین اور دنیا کے دو خانوں میں تقسیم نہیں کرتا بلکہ دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی معاشرتی ہوں یا تمدنی، مادی ہوں یا روحانی، معاشی ہوں یا سیاسی، ملکی ہوں یا بین الاقوامی۔ اسلامی نظریۂ حیات کا اصل مدعا روئے زمین پر خدا کے حکم اور قانون کا نفاذ، انفرادی اور اجتماعی زندگی کو رضائے الٰہی کے تابع کرنا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں کی طرح یہ تصورِ تعلیم کو بھی اپنے دائرہ کار میں شامل کرتا ہے اور اپنے مخصوص تقاضوں کے مطابق نظامِ تعلیم کی تشکیل کرتا ہے۔

ہم اسلامی فلسفۂ حیات کی مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت وضاحت کر سکتے ہیں:

1- عالمگیر اخوت (World Brotherhood): اسلامی تعلیم کی رُو سے کسی گروہ، قوم یا فرد کو من مانی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا وضع کردہ ایک ضابطۂ حیات ہے۔ وہ ایسی معاشرتی زندگی کا سبق دیتا ہے، جس میں کسی امیر اور غریب کو بحیثیت فرد کوئی فوقیت نہیں، ماسوائے تقویٰ کے معاشرے میں مکمل طور پر مساوات ہے۔ سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور اگر تفریق ہے تو بہتر اخلاق، اعلیٰ کردار اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

2- روحانی ارتقاء (Spiritual Evolution): اسلام جس فلسفۂ حیات کا آئینہ دار ہے، اس میں مادی حیثیت اور مادی تعلیم سے زیادہ روحانی ارتقاء کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، اس لیے اگر زندگی میں مادیت ہی کارفرما رہے تو خود غرض، متعصب اور بے مروت کردار کے انسان پیدا ہوں گے جو معاشرے کیلئے ناسور بن جائیں گے، اسی لیے اسلام نے روحانی ارتقاء اور خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے۔

3- معاشرتی فلاح و بہبود (Social Betterment): ایسا شخص جو اپنی ذات کیلئے نہایت پارسائی اختیار کرے مگر معاشرہ اور بنی نوع انسان کے کام نہ آ سکے تو وہ قطعی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ مسلمان کہلانے کا حقدار وہ ہے جو معاشرے کا ایک عمدہ جزو بن سکے جو دوسروں کے کام آئے۔ مفسرین کرام کے نزدیک تمام عبادات کا اصل مقصد انسان کے دل کو نرم اور گداز کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے کے کام آ سکے۔

4- کسبِ حلال (Lawful Earning): اسلام نے حلال روزی کمانے پر بہت زور دیا ہے۔ اسلام کسی ایسے کاروبار، ملازمت یا صنعت کی اجازت نہیں دیتا جس میں حلال رزق نہ ہو۔ اس حوالے سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی محنت کے مطابق اپنا معاوضہ حاصل کرے جو کہ اسے اس جہان اور آخرت دونوں میں سرخرو کرے گا۔

5- نظریۂ وحدت (Ideology of Unity): وحدانیت کا مطلب ہے ایک خدا کو تسلیم کرنا۔ اسلام نے تمام انسانوں کو ایک خدا کو تسلیم کرنے، اسی کی عبادت کرنے اور اس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ لوگ جو قبیلوں، علاقوں اور فرقوں میں تقسیم تھے اور ایک دوسرے کو غیر سمجھتے تھے، اسلام کی بدولت ایک رشتے میں منسلک ہو کر ایک قوم بن کر نمودار ہوئے اور خدائے واحد کی پرستش نے انہیں وحدت میں منسلک کر دیا۔

6- اسلامی نظامِ اخلاق (Islamic Mannerism): مسلمانوں کو زندگی میں اخلاقی اقدار کا حامل ہونے کی بہت زیادہ ترغیب دی جاتی ہے، اس لیے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، فریب دہی وغیرہ گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ ہمسائیوں، رشتہ داروں، والدین اور میاں بیوی کے حقوق کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے اور جو شخص اس سے منحرف ہوتا ہے، وہ گناہ گار تصور کیا جاتا ہے۔

اس فلسفے کی روشنی میں اگر ہم موجودہ نظامِ تعلیم کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت تصور کیا جاتا ہے جس کی بنیاد ہی اسلام اور مسلمانوں کی بقاء پر استوار ہے۔ ہمارے ملک میں ایسی عملی تعلیم موجود نہیں ہے، جسکی رُو سے تمام تعلیم یافتہ افراد اسلامی فلسفۂ حیات پر کاربند ہو سکیں۔ ہمارے مدارس میں فنی تعلیم کے مواقع بہت کم ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ افراد ایسے روزگار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں کم محنت کرنا پڑے اور معاوضہ زیادہ ملے۔

ہمارے مدارس میں اس بات کی بھی عملی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے طلباء جھوٹ، چوری اور غیبت جیسی لعنتوں سے پرہیز کریں۔ عالمگیر اخوت اور روحانی ارتقاء تعلیم کے عظیم مقاصد ہیں لیکن ہماری تعلیم میں مادیت کا عنصر دوسرے مقاصد پر اس طرح حاوی ہے کہ دوسرے عظیم مقاصد بھی اس میں محو ہو کر رہ گئے ہیں، اس لیے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ایسا نصاب تدریس اپنایا جائے جس سے اسلامی فلسفۂ حیات کی تکمیل ہو سکے۔

تعلیم کی اسلامی بنیادیں: تعلیم کی اسلامی بنیادوں میں مندرجہ ذیل نکات نہایت اہم ہیں:

(i) علم کا حقیقی سرچشمہ: اسلامی نقطۂ نظر سے حقیقت اصلیہ (Ultimate Reality) اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ علم کا حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ سب سے اعلیٰ اور قطعی ذریعہ علم وحی الٰہی ہے جو حقیقی سرچشمہ علم اور حقیقت مطلقہ تک رسائی میں مدد دیتا ہے۔

(ii) انسان اللہ تعالیٰ کا نائب: اسلامی تعلیم کا اساسی نکتہ یہ ہے کہ یہ کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوئی بلکہ کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے منصوبے، ارادے اور علم کی بنیاد پر ہے۔ انسان کا مقام خلیفہ اور نائب کا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد بندگی ہے اور اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔

(iii) رضائے الٰہی کا حصول: سب سے اعلیٰ قدر رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ تعلیم کی اسلامی تشکیل وتفسیر میں اصل نقطۂ نظر ہی یہ ہے کہ انسان اللہ کا اطاعت شعار بن جائے۔

(iv) دین ودنیا کی وحدت: اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام زندگی کو دین ودنیا کے دو حصوں میں تقسیم نہیں کرتا بلکہ وہ انسان کو ایک کل کی حیثیت سے ایک جامع زندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ گویا مادہ و روح کی الگ الگ حیثیت کی بجائے دین و دنیا کی وحدت کا قائل ہے۔

(v) اسلام کی اساس: اسلام کی اساس وہ بنیادی تصورات اور عقائد ہیں جس سے اسلامی نظریۂ حیات تشکیل پاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی، معاشرتی اور معاشی تجربات بھی ضروری ہیں۔

(vi) چار بنیادی عناصر: اسلامی تعلیم کے چار بنیادی عناصر تلاوتِ آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہیں۔

(vii) دینی و دنیوی علوم: تعلیمی مقاصد نصاب تعلیم، حکمتِ تدریس اور سارے علم تعلیم کا فکری سرچشمہ قرآن حکیم اور سنتِ رسولؐ ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عملِ تعلیم کو بروئے کار لایا جائے گا۔ اسلامی تعلیم کی تیار کردہ شخصیت دینی و دنیوی علوم کی حامل ہوگی اور وہی اسلامی ریاست میں قیادت کا فریضہ سرانجام دے گی۔

(viii) دعوت دین: دین کی سربلندی، ملک اور ملت اسلامیہ کا تحفظ اور دعوت دین اسلامی تعلیم کی روح ہے۔

(ix) تعلیم کے یکساں مواقع: اسلامی تعلیم معاشرے کے تمام افراد کے لیے یکساں مواقع فراہم کرنے کا تقاضا کرتی ہے تاکہ تمام لوگ اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق تعلیم و تربیت پا سکیں۔

(x) آخرت کی فلاح کا حصول: اسلامی تعلیم کی اہم فکری اساس آخرت کی فلاح کا حصول ہے۔

سوال: اسلامی نظریۂ حیات کیا ہے؟ تعلیم کی اسلامی بنیادوں کی وضاحت کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2008ء)

- اسلامی نظریۂ حیات کیا ہے؟ اسلامی تصورِ تعلیم کی وضاحت کیجیے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)
- اسلامی نظریۂ حیات سے کیا مراد ہے؟ تعلیم کا اسلامی تصور وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب

اسلامی نظریۂ حیات (Islamic Ideology of Life)

اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق یہ کائنات حقیقی وجود رکھتی ہے اور انسان کو اس کائنات میں ایک ذمہ دارانہ اہم مقام حاصل ہے۔ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہی انسان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی حاکمیت اعلیٰ کو ماننا اور اس کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا اس تصور کا واضح تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں معیارِ عمل وہ تعلیمات ہیں جو آخری الہامی کتاب قرآن مجید اور آخری رسول کے اسوۂ حسنہ پر مشتمل ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات دوسرے مذاہب کی طرح زندگی کو دین اور دنیا کے دو خانوں میں تقسیم نہیں کرتا بلکہ دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے' خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی' معاشرتی ہوں یا تمدنی' مادی ہوں یا روحانی' معاشی ہوں یا سیاسی' ملکی ہوں یا بین الاقوامی۔ اسلامی نظریۂ حیات کا اصل مدعا روئے زمین پر خدا کے حکم اور قانون کا نفاذ اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کو رضائے الٰہی کے تابع کرنا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں کی طرح یہ تصورِ تعلیم کو بھی اپنے دائرہ کار میں شامل کرتا ہے اور اپنے مخصوص تقاضوں کے مطابق نظامِ تعلیم کی تشکیل کرتا ہے۔

ہم اسلامی فلسفۂ حیات کی مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت وضاحت کر سکتے ہیں:

1- عالمگیر اخوت (World Brotherhood): اسلامی تعلیم کی رُو سے کسی گروہ' قوم یا فرد کو من مانی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا وضع کردہ ایک ضابطۂ حیات ہے۔ وہ ایسی معاشرتی زندگی کا سبق دیتا ہے' جس میں کسی امیر اور غریب کو بحیثیت فرد کوئی فوقیت نہیں' ماسوائے تقویٰ کے معاشرے میں مکمل طور پر مساوات ہے۔ سب لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور اگر تفریق ہے تو بہتر اخلاق' اعلیٰ کردار اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

2- روحانی ارتقاء (Spiritual Evolution): اسلام جس فلسفۂ حیات کا آئینہ دار ہے' اس میں مادی حیثیت اور مادی تعلیم سے زیادہ روحانی ارتقاء کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس لیے اگر زندگی میں مادیت ہی کار فرما ہے تو خود غرض' متعصب اور بے مروّت کردار کے انسان پیدا ہونگے جو معاشرے کیلئے ناسور بن جائیں گے۔ اسی لیے اسلام نے روحانی ارتقاء اور خالقِ حقیقی کی معرفت حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے۔

3- معاشرتی فلاح و بہبود (Social Betterment): ایسا شخص جو اپنی ذات کیلئے نہایت پارسائی اختیار کرے مگر معاشرہ اور بنی نوع انسان کے کام نہ آ سکے تو وہ قطعی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ مسلمان کہلانے کا حقدار وہ ہے جو معاشرے کا ایک عمدہ جزو بن سکے' جو دوسروں کے کام آئے۔ مفسرین کرام کے نزدیک تمام عبادات کا اصل مقصد انسان کے دل کو نرم اور گداز کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے کے کام آ سکے۔

4- کسبِ حلال (Lawful Earning): اسلام نے حلال روزی کمانے پر بہت زور دیا ہے۔ اسلام کسی ایسے کاروبار' ملازمت یا صنعت کی اجازت نہیں دیتا جس میں حلال رزق نہ ہو۔ اس حوالے سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی محنت کے مطابق اپنا معاوضہ حاصل کرے جو کہ اسے اس جہان اور آخرت دونوں میں سرخرو کرے گا۔

5- نظریۂ وحدت (Ideology of Unity): وحدانیت کا مطلب ہے ایک خدا کو تسلیم کرنا۔ اسلام نے تمام انسانوں کو ایک خدا کو تسلیم کرنے' اسی کی عبادت کرنے اور اس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ لوگ جو قبیلوں' علاقوں اور فرقوں میں تقسیم تھے اور ایک دوسرے کو غیر سمجھتے تھے' اسلام کی بدولت ایک رشتے میں منسلک ہو کر ایک قوم بن کر نمودار ہوئے اور خدائے واحد کی پرستش نے انہیں وحدت میں منسلک کر دیا۔

6- اسلامی نظامِ اخلاق (Islamic Mannerism): مسلمانوں کو زندگی میں اخلاقی اقدار کا حامل ہونے کی بہت زیادہ ترغیب دی جاتی ہے اس لیے جھوٹ بولنا' غیبت کرنا' فریب دہی وغیرہ گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس طرح ہمسائیوں' رشتہ داروں' والدین اور میاں بیوی کے حقوق کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے اور جو شخص اس سے منحرف ہوتا ہے وہ گناہ گار تصور کیا جاتا ہے۔

اس فلسفے کی روشنی میں اگر ہم موجودہ نظامِ تعلیم کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت تصور کیا جاتا ہے جس کی بنیاد ہی اسلام اور مسلمانوں کی بقاء پر استوار ہے۔ ہمارے ملک میں ایسی عملی تعلیم موجود نہیں ہے' جس کی رُو سے تمام تعلیم یافتہ افراد اسلامی فلسفۂ حیات پر کاربند

ہوسکیں۔ ہمارے مدارس میں فنی تعلیم کے مواقع بہت کم ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ افراد ایسے روزگار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں کم محنت کرنی پڑے اور معاوضہ زیادہ ملے۔

ہمارے مدارس میں اس بات کی بھی عملی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے طلباء جھوٹ، چوری اور غیبت جیسی لعنتوں سے پرہیز کریں۔ عالمگیر اخوت اور روحانی ارتقاء تعلیم کے عظیم مقاصد ہیں۔ لیکن ہماری تعلیم میں مادیت کا عنصر دوسرے مقاصد پر اس طرح حاوی ہے کہ دوسرے عظیم مقاصد بھی اس میں محو ہو کر رہ گئے ہیں، اس لیے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ایسے نصاب تدریس اپنائے جائیں جس سے اسلامی فلسفہ حیات کی تکمیل ہو سکے۔

مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے اسلامی نظریہ حیات کی اہمیت

(Importance of Islamic Ideology of Life for Education & Training of Muslim Children)

اسلامی معاشرے میں بچوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ والدین کے اوّلین فرائض میں شامل ہے۔ ہر مسلمان کا گھر محبت کا گہوارہ ہوتا ہے اور نیکی کے اصولوں پر کاربند ہوتا ہے۔ اسی لیے والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی پرورش میں ان کو ایسا ماحول مہیا کریں جہاں پر اسلامی تہذیب کے ساتھ ساتھ انکو شفقت ومحبت سے انکی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور عملی صلاحیتوں کو بڑھانے کا موقع ملے کیونکہ گھر کا ماحول اور مدرسے کی تعلیم دونوں کا بچوں کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے اس لیے ان دونوں درس گاہوں کے درمیان باہم رابطہ قائم رہنا چاہیے۔ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کا اساتذہ سے رابطہ ہونا چاہیے۔

ہماری درس گاہیں جہاں محب وطن اور باہمی یگانگت کی فضاء قائم ہونی چاہیے، وہاں کشیدگی کے اکھاڑے بن گئے ہیں۔ اس بھٹکی ہوئی جواں نسل کی اصلاح کیلئے اساتذہ اور والدین دونوں کی باہمی کوشش سے انہیں راہِ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ طلبہ کو نظریاتی خلا سے بچانے کیلئے محتاط طریقہ اور حقائق وشواہد کی روشنی میں انکی ایسی راہنمائی کی جائے کہ وہ آگے چل کر وطن عزیز اور ملت کے ذہین اور وفادار شہری بن سکیں اور وطن کی تعمیر نو میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔ ناپختہ ذہنوں کو شرانگیز اور گمراہ کن پروپیگنڈے سے محفوظ رکھا جائے تاکہ وہ ہر معاملے کا خود مطالعہ کر سکیں اور صحیح تجزیہ کرنے کے قابل ہوسکیں۔ یہی وقت ہے کہ وہ حق اور باطل میں فرق محسوس کر سکیں اور حقائق کی روشنی میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کر سکیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ وہ دل لگا کر تعلیم سے استفادہ حاصل کریں اور پیشہ ور، خود غرض اور ملت فروش شرانگیزوں کا آلہ کار بننے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اگر ہم صحیح بنیادوں پر مسلمان بچوں کو اسلامی نظریہ حیات کی تعلیم دیں تو وہ ان میں مندرجہ ذیل اوصاف اجاگر کرے گی:

1- **خالق کائنات کا تصور (Idea of God)**: مسلمان بچے اس چیز سے آگاہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق اور مالک ہے اور ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔

2- **انسان کا خالق (Creator of Man)**: اس بات سے بھی آگاہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور اس کائنات کی ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے۔

3- **حاکمیت اعلیٰ (Superior Authority)**: صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم اعلیٰ ہے اور انسان اس کائنات میں صرف اس کا نائب یا خلیفہ ہے، لہٰذا ہمیں اللہ کی حاکمیت کو ماننا چاہیے اور اس کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔

4- **اطاعت رسولؐ (Obedience of Prophet)**: اسلامی فلسفہ حیات کی تعلیم ہمارے اندر اطاعت خداوندی کے ساتھ ساتھ اطاعت رسولؐ کا جذبہ بھی ابھارتی ہے۔ ہمیں احکام الہٰی، احکام قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں زندگی گزارنی چاہیے۔

5- **فکر آخرت (Thought of Futurity)**: مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ یہ فلسفہ فکر آخرت کا تصور بھی دیتا ہے اور بچے اچھے اعمال کر کے اپنے آپ کو آخرت کے لیے تیار کرتے ہیں۔

6- **غلبہ اسلام (Prevalence of Islam)**: بچوں کے ذہنوں میں یہ جذبہ بھی اجاگر ہوتا ہے کہ وہ پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا کریں اور غلبہ اسلام کے لیے تیاری کریں۔

7- **باادب انسان (Respectful Person)**: اسلامی تعلیم انسان کو باادب بناتی ہے۔ اس میں راست گوئی، نیکی، فرض شناسی، شائستگی،

توکل، تقویٰ اور انصاف جیسی اسلامی اقدار پیدا کرتی ہے۔

8- عمدہ اخلاق (Good Mannerism): انسان میں عمدہ اخلاق پیدا کیا جاتا ہے۔ بقول ارسطو "تعلیم کا کام فرد میں نیکی اور عمدہ اخلاق پیدا کرنا ہے، اسے اچھا انسان بنانا اور معاشرے میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔"

9- خودشناسی (Self-Recognition): اسلامی تصور تعلیم انسان کیلئے خودشناسی کا ذریعہ بنتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اپنا بلند مرتبہ کو پہچانتا ہے۔ بقول اقبال:

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی

10- قائدانہ صلاحیتیں (Leadership Qualities): علم حاصل کر کے انسان میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اس میں وسعت نظر اور قائدانہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

تعلیم کا اسلامی تصور (Islamic Concept of Education): اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم افراد کی شخصیت کی اس انداز سے تعمیر و تشکیل کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ اور نوع انسانی کی خلافت قائم ہو۔ اسکا نصب العین یہ ہے کہ افراد و معاشرہ کو اس طرح تیار کیا جائے کہ ان کے ذہنوں میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی بندگی کا تصور راسخ ہو جائے اور دوسری طرف کائنات کی تمام قوتوں پر اللہ کی رضا کے مطابق حکمرانی کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ میں جگہ جگہ مسلمان مرد اور عورت دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس فرض کی بجاآوری کا حکم دیا گیا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ناخواندہ شخص نہ تو اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے خدا کو پہچاننے کی بصیرت ہوتی ہے۔ یہ علم ہی ہے جسکی روشنی میں انسان اپنی خودی کی تکمیل اور اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کی بجاآوری کر سکتا ہے۔

اسلامی تصور تعلیم قرآن حکیم کے حوالے سے:

(Islamic Concept of Education with Reference of Quran)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہ علم کے بارے میں فرمایا ہے۔

ترجمہ:

1. "اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تمہارے درمیان ایمان اور علم رکھتے ہیں۔"
2. "کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان لوگوں کے برابر ہیں جو نہیں جانتے۔"
3. "تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو مذہب کا گہرا علم حاصل کرے تا کہ جب دوسرے لوگ ان سے پوچھیں تو وہ ان کو سکھا سکیں۔"
4. "اے محمدؐ دعا کریں کہ اے اللہ میرا علم زیادہ کر۔"

اس کے علاوہ ہمارے نبی اکرمؐ پر وحی کا آغاز جس لفظ سے ہوا وہ تھا "اقراء"۔ اسکے معانی ہیں "پڑھو"۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کے منصب رسالت کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح طور سے تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کو بھی آپ ﷺ کے وظائف میں شامل فرمایا۔ آنحضورؐ کی کئی حیثیتیں تھیں۔ ایک طرف تو آپ حکمران وقت تھے لیکن دوسری طرف سالار لشکر بھی تھے مگر آپؐ نے جس حیثیت کا فخریہ اظہار فرمایا وہ یہ تھی کہ "مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

اسلامی تصور تعلیم احادیث کے حوالے سے:

(Islamic Concept of Education with Reference of Hadith)

احادیث کے حوالے سے بھی علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

ترجمہ:

1- "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔"
2- "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔"

-3 ''علم حاصل کرو مہد سے لیکر لحد تک۔''
-4 ''جو علم کی جستجو میں رہتا ہے اسے موت فنا نہیں کر سکتی۔''
-5 ''طالب علم کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے بھی زیادہ پاک ہوتی ہے۔''

چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کو ایک نیا فلسفہ، ایک نیا نظریہ عطا کیا جس نے تعلیم کو مسلمانوں کی زندگی کا بڑا اہم جزو قرار دیا اور علم سیکھنے اور سکھانے پر بڑا زور دیا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسکی اپنی تہذیب اور ثقافت ہے۔ اسلامی نظام تعلیم اسلامی روایات اور اقدار کو قائم رکھنے اور اسکی حفاظت کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح سے اسلامی نظریہ حیات کی عکاسی کرتا ہے۔

سوال: اسلام نے تعلیم کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن و احادیث کی روشنی میں بحث کریں۔ (لاہور بورڈ 2016ء)

جواب

علم کی اہمیت......قرآنی آیات کی روشنی میں

(Importance of Education....In the Light of Quran)

قرآن مجید وہ مقدس الہامی کتاب ہے جو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری گئی۔ اس کتاب میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں روزمرہ کے تمام سیاسی، معاشرتی، معاشی اور مذہبی مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے جن میں سے حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالترتیب اپنی الہامی کتابیں زبور، توریت، انجیل اور قرآن مجید اتاریں تاکہ یہ انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنیں۔ ان میں سے قرآن پاک کو خدا کی آخری الہامی کتاب ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ رب ذوالجلال جو کہ تمام عقل و دانش اور فہم و بصیرت کا مخزن ہے، خود کائنات کا سب سے بڑا معلم ہے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے آخری نبی حضرت محمد تک پیغمبروں کی وساطت سے تعمیر انسانیت کا کام جاری رکھا۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ علم کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ آنحضرتؐ پر جو سب سے پہلی وحی نازل کی گئی اس کے الفاظ سے بھی علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضورؐ سے کہا:

اقرا باسم ربک الذی خلق ہ خلق الانسان من علق ہ اقرا و ربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان مالم یعلم

ترجمہ: (اے محمدؐ) اپنے رب کریم کا نام لے کر پڑھو جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اسکو علم نہ تھا۔

☆ سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

و من یوتی الحکمت فقد اوتی خیراً کثیراً ط

ترجمہ: جسے علم و فہم کی دولت ملی اسے بڑی بھلائی کا حصہ ملا۔

☆ سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم و الذین اوتو العلم درجت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے مومنین کے درجے اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا۔

☆ سورۃ انعام میں ارشاد ربانی ہے:

و من یداللہ بہ خیراً یفقھم فی الدین

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس انسان کو خیر حقیقی سے نوازتا ہے اسکو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

☆ سورۃ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا ہ

ترجمہ: خدا سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو صحیح معنوں میں عالم ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

☆ سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے علم کی اہمیت کو اسطرح بیان فرمایا ہے:

الرحمن ہ علم القرآن ہ خلق الانسان ہ علمه البیان ہ

ترجمہ: رحمان نے قرآن کی تعلیم دی اور اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھادیا۔

علم کی اہمیت......احادیث کی روشنی میں:

(Importance of Education..... In the Light of Hadith)

آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں بھی علم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔مندرجہ ذیل احادیث علم کی فضیلت پر روشنی ڈالتی ہیں:

☆ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

☆ عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔

☆ علم سیکھو اس لئے کہ یہ حلال وحرام میں تمیز سکھاتا ہے اور اہل جنت کا راستہ بتاتا ہے۔وحشت میں انس ومحبت پیدا کرتا ہے۔تنہائی کا ساتھی ہے۔مسرت و تنگدستی میں رہنما ہے۔دشمنوں سے مقابلہ میں بہترین ہتھیار ہے۔دوستوں کا نایاب ساتھی ہے۔اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قوموں کو عروج عطا کرتا ہے۔

☆ علم دنیا اور آخرت میں فلاح کا ذریعہ ہے۔

☆ جو شخص علم کے بارے میں بات چیت کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔

☆ جو شخص اپنے گھر سے طلب علم کے لئے چلتا ہے وہ خدا کی راہ میں چلتا ہے۔

☆ جو علم کی اشاعت کرتا ہے وہ گویا زکوٰۃ دیتا ہے۔جو علم کا صحیح استعمال کرتا ہے وہ خدا کی پرستش کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

سوال: تعلیم کی فلسفیانہ بنیادوں کے بارے میں مفصل تحریر کریں۔

جواب

تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں

فلسفہ تعلیم سے مراد فلسفے کے علم کا وہ شعبہ ہے جو کسی قوم کے نظریۂ حیات کو حاصل کرنے کے لیے مقاصدِ تعلیم کا تعین کرتا ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری مضامین اور طریقہ ہائے تدریس کا انتخاب کرتا ہے۔

فلسفہ تعلیم کی انتہائی اہم بنیاد ہے۔فلسفہ کے بغیر انسانی زندگی کا سمجھنا ناممکن ہے۔فلسفہ زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق تصورات اور فکری بنیادیں مہیا کرتا ہے۔یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ تعلیم معاشرے کے فلسفۂ حیات کے تابع ہوتی ہے۔کسی بھی نظام تعلیم کی فکری بنیاد فلسفہ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر نظام تعلیم کے تمام عناصر مثلاً مقاصد تعلیم، تدوین نصاب، حکمت تدریس، انتظام و انصرام تعلیم استوار ہوتے ہیں۔خاص طور پر مقاصد تعلیم کا تعین کسی قوم کے نظریۂ حیات سے ہوتا ہے جب کہ نظریۂ حیات، ان فلسفیانہ افکار سے ماخوذ ہوتا ہے جو کسی قوم نے حقیقت اور سچائی کی حیثیت سے درست تسلیم کررکھے ہوں اس لیے یہ ضروری ہے کہ تعلیم کی بنیادوں میں فلسفہ کی تعلیمی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔اس کے لیے فلسفہ کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار بیان کرنا ضروری ہے۔

فلسفہ کا مفہوم: مختصراً فلسفہ کے معانی حکمت اور دانش کی باتیں سوچنے کے ہیں۔فلسفہ ایک فکری تحقیق ہے جس میں انسان کائنات اور اپنے بارے میں بنیادی مسائل پر غور کرتا ہے۔چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلسفۂ حیات ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان معاشرے میں بہتر سے بہتر مطابقت حاصل کرسکتا ہے۔فلسفہ انسانی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے تو اقدار کو بھی زیر بحث لاتا ہے۔فلسفے کے اس شعبے کو قدریات کہتے ہیں۔اس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ اقدار کیا ہیں، انکی ماہیت کیا ہے، کونسی چیز اچھی ہے، کون سی بری ہے۔فلسفہ کسی بھی چیز (مذہب، نظریے، طریقہ) کے ان تینوں پہلوؤں کا مطالعہ کرتا ہے۔

فلسفۂ تعلیم (Educational Philsophy): جب ہم کسی قوم کی تاریخ کو تفصیل کے ساتھ انکی بود وباش، انکے رسم ورواج،

انکے حکومت کرنے کے اصول' انکے نظم ونسق اور اندرونی بیرونی سیاست' انکے تمام شعبوں اوران کی اقدار کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسے فلسفۂ تعلیم کہتے ہیں۔اسی طرح کسی آرٹ کا مطالعہ کرتے ہوئے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آرٹ کسے کہتے ہیں' اسکی نوعیت' ماہیت اور اصلیت کیا ہے۔اس کا علم کس طرح' کس ذریعے اور کس حد تک حاصل ہوتا ہے۔اسکی اقدار کیا ہیں۔یہ مفید ہے یا نقصان دہ ہے۔اس کا اچھا یا برا پرکھنے کا کیا معیار ہے۔اسکے مقاصد کیا ہیں۔کسی قوم کے نظریۂ حیات سے اس کا کیا تعلق ہے۔کس قسم کی اچھی تعلیم ہے اور کس قسم کی بُری تو ہم اسے فلسفۂ تعلیم کہیں گے۔

تعلیم میں سب سے پہلے ہم اس کے مقاصد اور اقدار کا تعین کرتے ہیں۔اسکے بعد اُن ذرائع کا جن سے یہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔جس میں نصاب اور طریقۂ تدریس شامل ہیں۔تعلیم کے حصول میں بے شمار مسائل پیش آتے ہیں۔جن کا ہم غور وفکر سے حل تلاش کرتے ہیں۔ہر قدم پر ہم اسے تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہوئے سوال کرتے ہیں۔ایسا کیوں کریں اور ویسا کیوں نہ کریں' یہ تمام باتیں فلسفۂ تعلیم کے دائرہ کار میں آتی ہیں۔

اگر ہم فلسفے اور تعلیم کا مشترکہ موضوع تلاش کریں تو ہمارے سامنے حقیقت اور علم آجائیں گے۔لیکن دونوں میں یہ فرق ہے کہ تعلیم ایک عمل کا نام ہے' جو نفسیات کی مدد سے طالبعلم کو مہیا کرتا ہے۔جبکہ فلسفہ علم کی حقیقت سے تعلق رکھنے والے سوالات کے جوابات فراہم کرتا ہے مثلاً علم سے ہماری مراد کیا ہے۔علم حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں۔علم انسانی حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے یا وحی اور وجدان کے ذریعے یا پھر چھٹی حس کی معرفت۔امام غزالیؒ کے بقول: ''جب ہم کسی چیز کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کو کس کس طریقے سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

مثال کے طور پر استاد جماعت میں مختلف مضامین کی تعلیم دیتے ہیں' ہر استاد کو علم ہونا چاہیے کہ وہ جو علم پڑھا رہا ہے اس کا ذریعہ کیا ہے' یہ کس قدر قابل اعتماد ہے۔اگر استاد کو یہ معلوم ہے کہ اس مضمون کو جاننے کے طریقے اور ذرائع کیا ہیں تو اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ دورانِ تدریس مضمون کے کن حصوں کو زیادہ اہمیت دینی ہوگی۔علم کی مختلف صورتوں کو حاصل کرنے کے مختلف ذرائع ہیں' مثلاً حواس کے ذریعے' عقل اور غور وفکر کے ذریعے' مشاہدات اور تجربات کے ذریعے' ماہرین کی وساطت سے' وحی اور وجدان کی مدد سے۔ان تمام باتوں کا فلسفہ' جواب دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ علم کے حصول کے کون کون سے طریقے ہیں:

فلسفۂ تعلیم کا دائرہ کار (Scope of Educational Philosophy): تعلیم کا عمل خلا میں انجام نہیں پاتا بلکہ کسی نہ کسی معاشرے میں ہوتا ہے۔پس یہ ضروری ہے کہ نظام تعلیم ترتیب دیتے وقت چند امور کا تعین کر لیا جائے۔مثلاً خدا' کائنات' انسان اور زندگی کے بارے میں اس معاشرے یا قوم کے نظریات کیا ہیں' کس قسم کے معاشرے کا قیام مقصود ہے'' کس طرح کے انسان مطلوب ہیں' کس طرح کا علم قوم کے نزدیک پسندیدہ ہے اور وہ اسکے حصول کیلئے کون سے ذرائع بہتر خیال کرتا ہے۔قوم کی اقدار کیا ہیں۔یعنی کون سی چیز اچھی ہے اور کونسی بُری' اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے وغیرہ۔فلسفہ تعلیم ان ہی سوالوں کے جواب فراہم کرتا ہے اور تعلیم اگلی نسلوں تک منتقل کر دینے کا عمل ہے۔

تعین مقاصد (Appointment of Goals): تعلیم حسن کمال (Excellence) کے حصول اور منتقلی کا عمل ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''کمال'' کیا ہے تو جواب یہی ہوگا کہ وہ سب کچھ جو پسندیدہ ہو' خوبی وکمال کی حیثیت رکھتا ہے۔یوں تعلیم کی روح کی تلاش میں ہم فلسفے کے میدان میں جا پہنچتے ہیں' کیونکہ ''کمال'' کا تعین اسی کے ذریعے ہوسکتا ہے اور پھر نظام تعلیم کی بنیاد جن مقاصد پر ہوتی ہے ان کا تعین بھی اخلاقیات ہی کے حوالے سے ہوتا ہے' جو فلسفے کا میدان ہے۔

نصاب (Curriculum): فلسفے اور تعلیم کے تعلق کا دوسرا اہم مظہر نصاب تعلیم ہے۔ایک تو اس لیے کہ نصاب مقاصد پر مبنی ہوتا ہے۔لہٰذا نصاب سازی کے عمل میں بھی فلسفہ اہم حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔دوسرے زاویے سے لوازمۂ نصاب پر متعلقہ فلسفے کی واضح چھاپ نظر آئے گی۔اگر کوئی فلسفہ صرف حواس خمسہ ہی کو علم کا معتبر ذریعہ قرار دیتا ہے تو منطقی طور سے اس فلسفے کے تحت بننے والے نصاب میں حواسِ خمسہ کے ذریعے سے حاصل شدہ علم اور اس سے متعلق مضامین کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔اس کے برعکس اگر وحی الٰہی کو علم کا معتبر سرچشمہ مان لیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوازمۂ نصاب میں قرآن وسنت اور اس کے معاون علوم کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جائیگی۔

حکمت تدریس (Teaching Methodology): نظامِ تعلیم میں نصاب کے بعد حکمت تدریس بہت اہم ہے۔حکمت تدریس سے مراد وہ تمام عملی تدابیر اور وسائل ہیں جن کو استعمال کر کے لوازمۂ نصاب طلبہ تک پہنچایا جاتا ہے۔تعلیم کے اس پہلو میں بھی فلسفے کی حکمرانی واضح ہے۔اوّل تو اس لیے کہ حکمت تدریس لوازمہ نصاب کے تابع ہوتی ہے۔دوم اس لیے کہ تدریسی حکمت عملی میں اس امر کا انحصار سراسر

فلسفیانہ نقطۂ نظر پر ہوگا کہ معلم کو ذہن سازی کا انداز اختیار کرنا چاہیے یا علمی آزادی کا۔ علمی آزادی کے معنی یہ ہیں کہ اختلافی امور میں موافق و مخالف دونوں پہلو طالب علم پر واضح کر دیے جائیں اور ان میں سے کسی بھی پہلو کو رد یا قبول کرنے کا معاملہ اس پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے برعکس ذہن سازی کے انداز تدریس میں معاملے کا ایک خاص پہلو طالب علم کے ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ یوں فلسفیانہ انداز فکر کے نتیجے میں تدریسی طرز عمل میں واضح فرق واقع ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترقی پسند فلسفہ علمی آزادی کو تدریسی حکمت عملی کا محور بنانے کا تقاضہ کرے گا جبکہ روایت پسند فلسفہ ذہن سازی کا تقاضہ کرے گا۔

فلسفہ اور تعلیم کا باہمی تعلق

(Inter-relationship of Philosophy and Education)

فلسفہ اور تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ فلسفہ اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کسی قوم کا نظریۂ حیات کیا ہے اور اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کون سے تعلیمی مقاصد ہونے چاہئیں؟ ایک مفکر کے مطابق:

"Philosophy formulates what it conceives to be the end of life."

فلسفہ زندگی کے مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ جبکہ تعلیم کسی قوم کے تجربات، مہارتوں اور رویوں کو اگلی نسل تک پہنچانے کا نام ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فلسفہ کسی قوم کے نظریۂ حیات کو حاصل کرنے کیلئے تعلیمی مقاصد کا تعین کرتا ہے جبکہ تعلیم ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے عملی اقدامات کرتی ہے۔ ڈونالڈ ٹیلر کی رائے میں:

"Philosophy is theoretical and education is practical."

''فلسفہ نظریاتی ہے جبکہ تعلیم کا تعلق عمل سے ہے۔''

فلسفہ اور تعلیم کے باہمی تعلق کے بارے میں پروفیسر شبیر احمد کہتے ہیں: ''ہر فلسفہ کا ایک عملی پہلو بھی ہوتا ہے جسے تعلیم کہتے ہیں۔''

جیمز راس (James Ross) نے فلسفہ اور تعلیم کے تعلق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"Philosophy and education are like two sides of a coin, the former is the contemplative side while the latter is the active side."

''فلسفہ اور تعلیم ایک سکے کے دو رخ ہیں، پہلے کا تعلق غور و فکر سے اور دوسرے کا تعلق عمل سے ہے۔''

کسی قوم کے نظریۂ حیات کا اسکے نصاب تعلیم پر گہرا اثر ہوتا ہے کیونکہ نصاب کی مدد سے ہی وہ مقاصد تعلیم حاصل کئے جاتے ہیں جو قوم کے نظریۂ حیات کو سامنے رکھ کر ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ نظریۂ حیات وہ فلسفہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں ہر قوم اپنے قومی مقاصد تعلیم کا تعین کرتی ہے۔ ان مقاصد تعلیم کو حاصل کرنے کے لئے ایک نظام تعلیم تشکیل دیا جاتا ہے۔ ہر نظام تعلیم کا اپنا ایک مخصوص نصاب ہوتا ہے۔ نصاب سے مراد وہ مضامین اور سرگرمیاں ہیں جن کے ذریعے قوم اپنے تجربات اور ثقافتی ورثہ کو نئی نسل تک منتقل کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم ایسا نصاب تعلیم مرتب کرتی ہے جو اس کے نظریۂ حیات سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ قدیم زمانے سے جاری ہے۔ مثلاً یونان کی قدیم ریاست سپارٹا (Sparta) کا نظریۂ حیات ایک ایسی طاقتور قوم تشکیل دینا تھا جو اپنے دشمنوں کا بہادری سے مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ سپارٹا کی ریاست نے اپنے قومی مقاصد حاصل کرنے کے لئے جو نصاب وضع کیا اسکا اوّلین مقصد صحت مند اور طاقتور افراد پیدا کرنا تھا۔ سب سے پہلے ایک طبی بورڈ ہر نئے پیدا ہونے والے بچے کا معائنہ کرتا تھا۔ اگر بچے میں کوئی جسمانی نقص ہوتا یا وہ انتہائی کمزور ہوتا تو اس کو ٹیجی ٹس (Teygetus) نامی پہاڑ سے نیچے پھینک کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ بچ جانے والے صحت مند بچوں کو لڑکپن میں پبلک بیرکس میں رہنا پڑتا تھا۔ جب وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچتے تھے تو انکو فوجی تربیت دی جاتی تھی۔ بعدازاں بلوغت کے دور میں وہ فوجی مورچوں میں رکھے جاتے تھے جہاں انکو فوجی مشقیں کروائی جاتی تھیں۔ تیس سال کی عمر میں افراد کو فوجی کیمپ سے شہروں میں بھیج دیا جاتا تھا۔

سپارٹا کے مقابلے میں ایتھنز کا نظریۂ حیات مختلف تھا۔ اہل ایتھنز کا فلسفۂ حیات ایک ایسی خوشحال مملکت قائم کرنا تھا جس میں امن و سکون کا دور دورہ ہو اور تمام شہریوں کی ذہنی، جمالیاتی اور معاشی نشوونما کا مناسب اہتمام ہو۔ لہٰذا ایتھنز والوں نے ایسا نظام تعلیم تشکیل دیا جس کا مقصد بچے کی شخصیت کی متوازن نشوونما کرنا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک مخصوص نصاب ترتیب دیا گیا۔ اس کے مطابق شیر خوارگی میں بچے کی تعلیم و تربیت گھر پر والدین کرتے تھے۔ اس عمر میں اسکو بہادری اور اخلاق پر مبنی قصے کہانیاں سنایا جاتی تھیں۔ لڑکپن میں بچے کو سکول بھیجا جاتا تھا جہاں اسکی

کردار سازی پر توجہ دی جاتی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں بچہ جب دورِ شباب میں داخل ہوتا تھا تو اسکو سماجی اور معاشرتی معاملات کی تربیت دینے کے لئے جمنازیم میں بھیجا جاتا تھا جہاں وہ مکہ بازی، پہلوانی، شکار، تیراکی اور کشتی سیکھتا تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بچہ جب ذہنی، جسمانی، اخلاقی اور جمالیاتی اقدار سے باخبر ہو جاتا تھا تو اسکو شہریت دے دی جاتی تھی۔ بعد ازاں دو سال تک وہ فوجی تربیت حاصل کرتا تھا۔ بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد شہریوں کو فنونِ لطیفہ مثلاً ڈرامہ، فنِ تعمیر اور سنگ تراشی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا مقصد ان میں جمالیاتی ذوق پیدا کرنا اور انکو عملی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔

آجکل جدید سائنسی دور میں تمام ریاستیں اپنے نظریۂ حیات کو مدِنظر رکھ کر اپنے نظامِ تعلیم تشکیل دیتی ہیں اور قومی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے نصاب وضع کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب کوئی اسلامی ریاست اپنا نصاب مرتب کرتی ہے تو اسکے پیشِ نظر اسلامی نظریۂ حیات ہوتا ہے چونکہ اسلامی فلسفۂ حیات کی بنیاد توکل، تقویٰ، صبر، عدل، مساوات، دیانتداری، درگزر، ایثار، کسبِ حلال، صدق، وفائے عہد، سادگی، اخوت اور حسنِ سلوک جیسی اقدار پر ہے، اس لئے اسلامی ریاست اپنے شہریوں کو ان اقدار سے آراستہ کرنے اور ایک فلاحی معاشرہ کے قیام کے لئے جو نصابِ تعلیم وضع کرتی ہے اس میں قرآن حکیم، احادیث مبارکہ، تفسیر، تاریخ اسلام، فقہ، علم الکلام، عربی زبان، ریاضی، جغرافیہ، دینیات، جدید سائنسی علوم اور پیشہ وارانہ تعلیم کے مضامین شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح لادینی ریاستیں اپنے لئے جو نصاب مرتب کرتی ہیں ان میں مذہب نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ صرف زباندانی، سائنسی مضامین، عمرانی علوم، فنی مضامین اور پیشہ وارانہ علوم پر توجہ دی جاتی ہے۔

اوپر کی بحث سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ فلسفہ، تعلیمی عمل پر اثر انداز ہوتا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ بھی حقیقت ہے کہ تعلیم معاشرتی عمل کی حیثیت سے معاشرے کے فلسفۂ حیات کو متاثر کرتی ہے۔ تعلیم کے دائرہ کار میں یہ بات شامل ہے کہ یہ معاشرے کے فلسفۂ حیات اور ثقافتی ورثے کا تنقیدی جائزہ لے کر اس میں سے اچھے پہلوؤں کا انتخاب کرے، انہیں نشوونما دے اور پھر اسے اگلی نسلوں کی طرف منتقل کرے۔ یوں ایک وقت آ سکتا ہے کہ تعلیم معاشرے میں مروجہ نظریۂ حیات کو یکسر بدل کر رکھ دے۔ تاریخ میں اس امر کی ایک روشن مثال حضور نبی اکرم کی قیادت میں اسلامی نظامِ تعلیم کے نفاذ کی ہے، جس کے نتیجے میں جزیرۃ العرب کے نظریۂ حیات اور تہذیب و تمدن میں واضح انقلاب آ گیا تھا۔

فلسفہ اور مذہب کا تعلق: فلسفہ اور مذہب کے موضوعات ایک ہیں۔ فلسفہ بھی حقیقت کی تلاش اور صداقت تک رسائی کی کوشش کرتا ہے جب کہ مذہب بھی انہی موضوعات کو زیرِ بحث لا کر انسانی زندگی کے لیے نظریہ اور لائحہ عمل تجویز کرتا ہے۔ فلسفہ اور مذہب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ فلسفہ محض عقل اور عقلی استدلال پر استوار ہوتا ہے۔ انسانی عقل لاکھ اعلیٰ سہی، بہرحال اس میں غلطی کا امکان اور شائبہ موجود ہے۔ اسی طرح عقلی استدلال سے حقیقت اور صداقت تک درست رسائی ضروری نہیں۔ چنانچہ شک فلسفہ کو امکان کی حد تک محدود کرتا ہے جب کہ مذہب کی بنیاد انسانی عقل کے ساتھ ساتھ الہامی تعلیمات پر ہوتی ہے۔ اس میں علم کا سرچشمہ بالاتر ذات (اللہ تعالیٰ) قرار پاتی ہے اور الہام و وحی اس کا معتبر ذریعہ علم ہوتے ہیں جو ہر قسم کے شک سے پاک ہوتے ہیں۔

لیکن یہ بات پیشِ نظر رہے کہ مذہب محض اندھی تقلید کا نام نہیں۔ الہامی تعلیمات ان حقائق کو آشکار کرتی ہیں جن تک عام انسانوں کی رسائی نہیں ہو پاتی، چنانچہ انبیاء کو خصوصی ذریعہ علم (وحی) عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کی رہنمائی کے منصب پر فائز کیا ہے اور انہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں انسانوں کے لیے نظریۂ حیات، بنیادی افکار، اخلاقی تعلیمات بلکہ پوری زندگی بسر کرنے کے لیے ضابطۂ حیات عطا کیا ہے۔ انسانی تاریخ میں ایک تسلسل کے ساتھ انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی تعلیمات قیامت تک برحق اور محفوظ ہیں اور بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ فلسفیانہ طریق کار مذہبی افکار، عقائد، عبادات اور اخلاقیات کے فہم و ادراک میں مفید ثابت ہو سکتا ہے اور ہر زمانے میں منطق و استدلال کے ذریعے ان حقائق کو اجاگر کر کے اسلام کی حقانیت واضح کی جاتی رہی ہے۔ اس طرح فلسفہ مذہب کے فہم و ادراک میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

سوال: نفسیات، تعلیم کے لیے کون سی بنیادیں فراہم کرتی ہے؟ وضاحت کیجیے۔

جواب

تعلیم کی نفسیاتی بنیادیں

نفسیات علم کا ایسا شعبہ ہے جس میں انسانی فطرت، رجحانات، ذہن اور اس کے طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے بہت پیچیدہ (Complex) ہے اور ہر انسان اپنے طبائع، رجحانات، دلچسپیوں، صلاحیتوں اور ضروریات کے لحاظ سے دوسرے انسانوں سے کسی نہ

کسی لحاظ سے مختلف ہے۔ انسانی فطرت، ذہانت اور رجحانات وجذبات کا مطالعہ بہت مشکل بھی ہے اور دلچسپ بھی۔

چنانچہ تعلیمی عمل میں جہاں قدم قدم پر مختلف شخصیتوں اور طبائع سے واسطہ پڑتا ہے، علم نفسیات کی مدد اور رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔

تعلیمی نفسیات: نفسیات کی وہ شاخ جو عمومی نفسیات سے اخذ شدہ اصول وضوابط کا عمل تعلیم میں اطلاق کرتی ہے، تعلیمی نفسیات کہلاتی ہے۔

تعلیمی عمل کی کامیابی میں تعلیمی نفسیات کا کردار بڑا اہم ہے۔ تعلیمی عمل کے دوران اساتذہ کے سامنے جو مسائل پیش آسکتے ہیں، ان سب کے حل کے لیے علم نفسیات مناسب اور مؤثر رہنمائی فراہم کرسکتا ہے۔ تعلیم افراد معاشرہ کی متوازن نشوونما اور شخصیت کی ہمہ پہلو تکمیل کا نام ہے۔ اس عمل کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ تعلیم افراد معاشرہ کی صلاحیتوں اور نفسیاتی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہو۔ نفسیات کی مدد سے تعلیمی عمل کی ماہیت کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح متعلم کی فطرت اور عمل تعلیم کی ماہیت کے مطالعہ سے تعلیمی عمل اور نظام تعلیم کی تنظیم وتشکیل کے لیے نفسیات کا علم ایک اہم اساس کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

سوال: علم نفسیات اور تعلیم کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ واضح کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2009ء) (گوجرانوالہ بورڈ 2010ء)

جواب

علم نفسیات اور تعلیم میں تعلق

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک منفرد شخصیت بنا کر دنیا میں پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی وراثتی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اپنے گھر، ماحول اور معاشرہ سے متاثر ہوتا ہے۔ وراثتی خصوصیات اور ماحول کے زیر اثر بچے میں ایک خاص قسم کا کردار پیدا ہوتا ہے جو اس کے ظاہری اعمال، باطنی کیفیات اور ماحول کے اثرات کے ردعمل پر مشتمل ہوتا ہے۔

مدرسہ میں افراد مختلف گھرانوں اور مختلف ماحول سے تعلق کی بنا پر مختلف شخصیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی ذہنی سطح، ذاتی رویہ وکردار، رجحانات، جذباتی اور معاشرتی مسائل بھی مختلف ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں مدرسہ کے نظم وضبط، تدریسی مشکلات، تنظیم جماعت، انفرادی اختلافات کے مسائل اور ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے میں تعلیمی نفسیات بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

تعلیم کا ایک مقصد فرد کو آئندہ زندگی میں کامیابی کے لیے تیار کرنا ہے۔ نفسیات کے ذریعے ہمیں فرد کی ذہنی صلاحیتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس طرح ہم فرد کو اس کے حالات کے مطابق تعلیم دینے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ علم نفسیات کی مدد سے استاد کو اس بات کا علم ہوجاتا ہے کہ عمل تدریس میں کسی خاص مقصدِ تعلیم کو حاصل کرنے کے لیے کن نفسیاتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ایک کمرۂ جماعت میں منفرد شخصیتوں پر مشتمل گروہ ہوتا ہے۔ اس طرح مختلف شخصیتوں کے حامل افراد کو ایک ہی کمرۂ جماعت میں مؤثر تعلیم کیسے دی جائے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے علم نفسیات ہماری مدد کرتا ہے۔

تعلیم کی نفسیاتی اساس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

(i) فطرت کا نظام: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، لہٰذا انسان کے لیے مرغوب اور پسندیدہ علم وہی ہے جو فطرت کے نظام سے متعلق ہو۔ تعلیمی نفسیات ان دونوں کو پروان چڑھانے میں مدد دیتی ہے۔

(ii) انسان کی ہمہ گیر نشوونما: تعلیمی نفسیات کا اصل نصب العین انسان کی ایسی ہمہ پہلو نشوونما ہے جس میں جسمانی، ذہنی اور جذباتی صلاحیتیں شامل ہیں۔ تعلیمی نفسیات کا اصل کام یہ ہے کہ وہ انسان کی اس انداز سے تربیت کرے کہ انسان کو بالآخر رضائے الٰہی کے تابع کردے۔

(iii) فطری اور جبلی تقاضے: تعلیمی نفسیات کے حوالے سے ایک استاد کو بچے کی فطری جبلتوں اور صلاحیتوں کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ فطرت انسانی کا جبلی تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنا نصب العین قرار دے اور صفات الٰہی کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرکے قربتِ الٰہی حاصل کرے۔ نفسیات ان فطری اور جبلی تقاضوں کو سمجھنے میں استاد کی مدد کرتی ہے۔

(iv) بے جا پابندی عائد کرنا: ہر انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے، اس لیے عمل تعلیم اور ہم نصابی سرگرمیوں میں اس پر کسی قسم کی بے جا پابندی عائد کرنا درست نہیں۔ علم نفسیات بچوں کے لیے موزوں ہم نصابی سرگرمیوں کے تعین میں مدد کرتا ہے۔

(v) نفسیاتی اختلافات: افراد میں اور خصوصاً زیرِ تعلیم بچوں کی استعداد اور میلانِ طبع کے اختلافات کو تسلیم کر کے نصابِ تعلیم اور طریقِ تدریس میں ضروری علمی مواد ذہنی اور لسانی صلاحیتوں کے مطابق شامل کرنے میں علمِ نفسیات رہنمائی کرتا ہے۔

(vi) معرفتِ الٰہی اور اطاعتِ الٰہی: انسان اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ انسانی زندگی کا نصب العین معرفتِ الٰہی اور اطاعتِ الٰہی ہے۔ جب تک انسانی نفسیات کا مطالعہ ہدایت الٰہی کی روشنی میں نہیں کیا جائے گا، حقیقت اصلیہ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

(vii) نفسیات اور عملِ تعلیم: عمل تعلیم کا ایک اہم جزو تعلم یا آموزش ہے، تمام تعلیمی سرگرمیوں میں بچے کی نشوونما اور عمل تعلیم کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ عملِ تعلیم کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔ بچے کی نشوونما کے مراحل

ب۔ عمر کے مختلف مدارج میں بچے کے رویے

ج۔ بچوں کی دلچسپیاں، رجحانات اور ضروریات

اگر نظامِ تعلیم اور عملِ تعلیم میں بچوں کی مختلف جائز انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے تو تعلیمی عمل اور نظام تعلیم غیر متوازن اور ناکام ثابت ہوگا۔

(viii) نفسیات اور نفسِ انسانی: علمِ نفسیات ہر انسان کے اندر موجود نفسِ امارہ، نفس لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کے تقاضوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے عمل میں نفس امارہ یعنی نفسانی اغراض اور خواہشات کی پرستش سے بچنے اور نفسِ لوامہ کے ذریعے محاسبہ کا عمل جاری رہتا ہے اور بالآخر انسان نفسِ مطمئنہ کے ذریعے احسان اور تقویٰ کے مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔

سوال: تعلیم کی معاشرتی بنیادوں پر بحث کیجیے۔

جواب

تعلیم کی معاشرتی بنیادیں

معاشرہ اور تعلیم: جب انسانوں کا کوئی گروہ شعوری طور پر مشترکہ مقاصد کے تحت مل جل کر زندگی بسر کرے تو انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے، گویا افراد کے باہمی ملاپ سے تشکیل پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرت پسند بنایا ہے، یعنی انہیں آپس میں مل جل کر رہنے کی خواہش ودیعت کی ہے۔ اس خواہش کے نتیجے میں نسل انسانی کے تحفظ، بقا اور تسلسل کے لیے معاشرے کا وجود ضروری ہے۔ معاشرے کے اجزائے ترکیبی میں افراد کے رہن سہن، مشترکہ رسوم و رواج، مشترکہ نظریۂ حیات، مشترکہ زبان، مذہبی، معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی اقدار میں مماثلت شامل ہیں۔

بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو یہ دنیا اس کے لیے اجنبی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے ماحول سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہو کر وہ ایسی حرکات و اعمال کرتا ہے جن کا وہ اپنے ماحول میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرح وہ معاشرے کا رکن بن جاتا ہے۔

بچے کی اولین درس گاہ اس کے گھر کا ماحول ہوتا ہے۔ گھر کے ماحول سے متاثر ہو کر وہ مسلسل ایک تعلیمی عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ اس طرح بچے کا معاشرتی پہلو اس کی تعلیم کے لیے اساس کا کام دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بچے کی اولین درس گاہ ماں کی گود ہوتی ہے اور بچے کے اولین معلم اس کے والدین ہوتے ہیں۔ بچے کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں اس کے گھریلو ماحول کا اہم کردار ہوتا ہے۔ یہاں بچے کی شخصیت پر گہرے اور دیرپا نقوش مرتب ہوتے ہیں۔

بچہ فطری طور پر اپنے ماحول سے متاثر ہو کر ان تمام چیزوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو دیگر افراد خانہ اس کے سامنے کرتے ہیں۔ افراد خانہ بچے کو ابتدائی باتوں کی تلقین کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو ماننا، بڑوں کی عزت کرنا، بری باتوں سے بچنا، دوسروں کو سلام کرنا، سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن کی بنیاد پر گھر کے ماحول سے بچہ تعلیم و تربیت پاتا ہے۔

معاشرہ اور تعلیمی ادارہ: قدیم معاشرے میں انسانی ضروریات محدود تھیں اور معاشرہ زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھا، اس لیے والدین کے لیے بچوں کو معاشرتی اقدار کی تعلیم دینا مشکل نہ تھا مگر رفتہ رفتہ معاشرے کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات میں تبدیلی کے نتیجے میں بچوں کو گھر میں تعلیم دینا

ممکن نہ رہا۔ اس ضرورت کے پیش نظر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے جو بچوں کی ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔ اس طرح رسمی تعلیمی ادارے وجود میں آئے تاکہ افراد معاشرہ ان اداروں میں تعلیم حاصل کر کے اپنے لیے معاشرے میں مقام بنا سکیں اور معاشرے کی تعمیر میں بھی اپنا کردار ادا کر سکیں۔

عمل تعلیم کسی معاشرے ہی میں ممکن ہے۔ کسی بھی معاشرے میں نظام تعلیم کا دارومدار معاشرے کی اقتصادی، سیاسی، مذہبی اور تہذیبی اقدار وضروریات پر ہے۔ انہی اقدار وضروریات سے نظام تعلیم کی تشکیل ہوتی ہے اور انہی سے مقاصد تعلیم اور نظام تعلیم کے عناصر کا تعین ہوتا ہے۔ تعلیم ہی سے کسی فرد کے معاشرتی منصب کا تعین ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک کے معاشرے اور تعلیم کے باہمی تعامل پر ملک کے مستقبل کا انحصار ہوتا ہے۔

تعلیم اور معاشرے کا باہمی تعلق بہت گہرا ہے۔ ان میں ہم آہنگی کا پایا جانا ضروری ہے۔ اسی سے اچھے نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ دنیا کی بدلتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عمل تعلیم میں مسلسل اور سوچی سمجھی تبدیلیاں ضروری ہیں تاکہ تعلیم بدلتے ہوئے وقت کے تقاضوں کا ساتھ دے سکے اور معاشرہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں اپنا فعال اور متحرک کردار ادا کر سکے۔ اچھی تعلیم معاشرے کی اہم ضروریات کو فراموش نہیں کر سکتی۔ بہتر سے بہتر مستقبل تک پہنچنے کی جستجو اور جدوجہد کا یہ عمل جاری وساری رہنا چاہیے۔

معاشرے میں مدرسہ کا کردار: مدرسہ ایک معاشرتی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جو طلباء کے لیے ایسے تجربات فراہم کرتا ہے جن سے گزر کر ان کی خداداد صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ ان میں اجتماعی زندگی بسر کرنے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ مدرسہ میں بچے مختلف خاندانوں اور گھرانوں سے آتے ہیں۔ وہ مختلف معاشرتی اور معاشی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان کا گھریلو ماحول، صلاحیتیں اور خیالات وتصورات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں جب کہ مدرسہ میں ایک خاص قسم کا ماحول ہوتا ہے۔ مدرسے کے نظم وضبط کا بچے کی شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ وہ مدرسہ کے ماحول میں آہستہ آہستہ ڈھل کر دوسرے کے ساتھ مل کر معاشرتی زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سیکھتا ہے۔ بعض اوقات شعوری طور پر اور اکثر غیر شعوری طور پر مدرسہ کے دوسرے بچوں سے متاثر ہو کر منظم معاشرتی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہاں بچہ جو سیکھتا ہے وہ اپنے گھر، محلے یا معاشرے میں نہیں سیکھتا۔ مدرسے کو پورے معاشرے کی تائید اور حمایت حاصل ہوتی ہے اس لیے اس میں بچوں کی شخصیت بہتر اور کردار کی تربیت زیادہ مؤثر طریقے سے ہوتی ہے۔

معاشرہ ہی تعلیمی ادارے قائم کرتا ہے اس لیے معاشرہ کی یہ ضرورت ہوتی ہے کہ مدرسہ نہ صرف بچوں کی ہمہ پہلو تربیت کا اہتمام کرے بلکہ ایسے افراد تیار کرے جو معاشرے کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار بطریق احسن ادا کر سکیں۔ چنانچہ مدرسہ کی تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ فرد اور معاشرہ دونوں کی ضروریات کی تکمیل کر سکے۔

تعلیم کی معاشرتی اساس کے اہم نکات: تعلیم کی معاشرتی اساس کے چند اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

1- **تعلیمی ادارہ کا کردار:** تعلیمی ادارہ درحقیقت ایک معاشرتی ادارہ ہے اور نظام تعلیم براہ راست معاشرے کے مسائل اور ضرورتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ ہر معاشرہ کی منفرد خصوصیات ہوتی ہیں۔ وہ اپنی اقدار، روایات اور تہذیب وثقافت رکھتا ہے۔ زندہ قومیں اپنی اقدار وروایات کو زندہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ تعلیم کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے معاشرے کی خصوصیات کو پیش نظر رکھے اور معاشرے کو مطلوب افراد مہیا کرے۔ مثلاً پاکستانی معاشرے میں تعلیم کے ذریعے مسلمان پاکستانی تیار کرنا تعلیم کا اصل مقصد ہے۔

2- **حاکمیت اعلیٰ:** پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے اس لیے یہاں کی تعلیم میں اس اہم نکتہ کو پیش نظر رہنا چاہیے کہ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تعلیم کو اس بنیاد پر استوار کرنے کے نتیجے میں ایک ایسی شخصیت تیار ہونی چاہیے جو اپنی پوری زندگی اللہ کے تصرف میں دے کر اپنے ہر معاملے میں اللہ کے احکام کی پیروی کرے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔

3- **غیر نصابی سرگرمیاں:** تعلیم کے ذریعے بچوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ ساری انسانیت حضرت آدمؑ کی اولاد ہے۔ انسانی وحدت اور معاشرتی مساوات ورواداری کی بنیاد پر معاشرے کی تشکیل کی جا سکے۔ تقریری وتحریری مقابلے، مقابلہ حسن قرأت وغیرہ ایسی سرگرمیاں ہیں جن سے یہ مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

4- **لازمی عملی تربیت:** تمام مسلمان آپس میں اخوت ووحدت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ ان میں نظریاتی ہم آہنگی اور فکری وعملی مطابقت کے

لیے ضروری ہے کہ معاشرہ کی تشکیل وتعمیر اسلامی اخوت و بھائی چارے کی بنیاد پر کی جائے جو اسلام کی عملی شہادت دے۔ اس مقصد کے لیے نظری تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت بھی دینا ضروری ہے۔

5- اجتماعی ذمہ داری کا تصور: تعلیم افراد معاشرہ میں اجتماعی ذمہ داری کا تصور اُجاگر کرتی ہے۔ نظامِ تعلیم پورے معاشرے میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ معاشرہ اچھائیوں کو پھیلانے اور نیکیوں کو قائم کرنے والا ہو اور برائیوں کو روکنے والا ہو۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنا اور اپنے فرائض کی ادائیگی کا شعور تعلیم کی معاشرتی ذمہ داری ہے۔

6- تعلیم کے اہم معاشرتی کردار: معاشرتی بنیاد کے حوالے سے تعلیم کے تین اہم معاشرتی کردار ہیں:

I- تعلیم معاشرے کی دائمی قدروں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ آئندہ نسلوں تک منتقل کرے۔

II- تعلیم معاشرتی اقدار اور تجربات تنقید اور تطہیر کے بعد صرف مفید تجربات' مشاہدات اور معلومات طلباء کی نئی نسل تک منتقل کرتی ہے۔

III- تعلیم کا یہ کام صرف اقدار کی منتقلی اور اصلاح تک محدود نہیں بلکہ وہ تخلیق سے کام لے کر معاشرتی ترقی کے لیے بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے تاکہ مستقبل کے مسائل بھی حل ہو سکیں۔ تعلیم کے معاشرتی کردار کو اپنانے کے لیے مدرسہ میں مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کر کے عملی تعلیم کو مؤثر و معاون بنایا جا سکتا ہے۔

سوال: علم کے ذرائع پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔ (لاہور بورڈ 2008ء)

- ذرائع علم پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2008ء)
- علم کے ذرائع کون سے ہیں؟ اسلام میں ان کی حیثیت کی وضاحت کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2010ء)
- وجدان اور وحی کی بطور ذرائع علم وضاحت کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)
- ذرائع علم کون سے ہیں؟ تفصیلاً لکھیں۔
- ذرائع علم سے کیا مراد ہے؟ کوئی سے دو ذرائع علم تفصیل سے بیان کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2017ء)

جواب

ذرائع علم
(Sources of Knowledge)

ذرائع علم سے مراد ایسے منبع' وسائل' طریقے' ماخذ اور تدابیر ہیں جو علم کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں' یعنی ایسے ذرائع جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ ذیل میں ان سب کی مختصر تفصیل دی جا رہی ہے:

1- حواس خمسہ (Five Senses): انسان علم کا بہت بڑا حصہ حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ موجودہ دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی جو ترقی دیکھنے میں نظر آتی ہے' یہ حواس خمسہ کی بدولت ہوئی ہے۔ حواس کا دائرہ محدود ہے اور حواس کی رسائی صرف مادی دنیا تک ہے۔ حواس بعض اوقات دھوکا بھی کھا جاتے ہیں۔ مثلاً دور سے کوئی چیز پانی کا چشمہ محسوس ہو رہی ہوتی ہے۔ قریب جا کر دیکھیں تو وہ ریت کا ٹیلا ہوتا ہے۔ اچانک کسی کھلونا سانپ کو دیکھ کر ہم اصل سانپ سمجھتے ہیں اور فوراً دور ہٹ جاتے ہیں۔

حواس خمسہ میں قوت باصرہ (دیکھنا)' قوت سامعہ (سننا)' قوت لامسہ (چھونا)' قوت شامہ (سونگھنا) اور قوت ذائقہ (چکھنا) شامل ہیں۔

2- عقل (Rational/Wisdom): عقل اللہ تعالیٰ کی چند بہترین نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن مجید نے بھی اسے بہترین ذریعہ علم قرار دیا ہے۔ حضرت امام حسن عسکریؒ فرماتے ہیں کہ عقل انسان کی سب سے بہترین دوست ہے۔ عقل بعض جگہوں پر بے بس نظر آتی ہے۔ مثلاً آخرت' فرشتوں اور جنوں کا تصور عقل کے لیے خاصا مشکل کام ہے۔ اس سلسلے میں صرف وحی یا الہام ہی انسان کی راہنمائی کر سکتا ہے یا اس سلسلے میں کوئی واضح تصور دے سکتا ہے۔ عقل کسی جگہ غلطی بھی کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود عقل ایک بہترین ذریعہ علم ہے۔ قرآن مجید میں انسان کو بار بار عقل استعمال کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

3- اسناد (Authority Credential): اسناد سے مراد ایسا علم ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کی روایات اور تصورات پر مبنی ہے۔ یہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ اس علم میں صحیح یا غلط کا امکان ہوسکتا ہے۔ ہمیں خدا اور رسولؐ کے بارے میں والدین کی طرف سے جو علم ملا ہے وہ تقریباً صحیح ہے جبکہ بعض باتیں بالکل غلط ہیں۔ مثلاً کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو آفت وارد ہوگی۔ یہ محض وہمہ ہے۔ اسنادی علم اگر عقل وشعور یا وحی الٰہی کے مطابق ہوگا تو ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔

4- وجدان (Intution): وجدان کا تعلق انسان کے تحت الشعور سے ہے۔ انسان کے تحت الشعور میں مختلف حالات وواقعات اور مشاہدات وتجربات جمع ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی اچانک بجلی کے جھماکے کی طرح کوئی نقطہ ابھر کر شعور میں آجاتا ہے۔ اس اچانک خیال یا چمک کو وجدان کہتے ہیں۔ انسانی لاشعور چونکہ کسی بیرونی دھوکے کا شکار نہیں ہوتا' اس لیے وجدان کو کافی معتبر ذریعہء علم خیال کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس میں غلطی کا امکان موجود ہوسکتا ہے۔

5- القاء/ الہیاتی علم (Metaphysical Knowledge): اگر کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے یعنی غائب سے دل میں ڈال دی جائے تو اس ذریعہء علم کو القا کہتے ہیں۔ القائے ربانی کی دو اقسام ہیں:

I- الہام II- وحی

I- الہام (Inspiration): الہام اور وحی میں فرق ہے۔ الہام عام انسان پر بھی ہوسکتا ہے جبکہ وحی صرف نبی پر نازل ہوتی ہے۔ الہام اگر عام انسان کو ہو تو چونکہ وہ نبی نہیں ہوتا اور الہام کو سمجھنے میں غلطی کرسکتا ہے' اس لیے الہام امکانی طور پر تو درست قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اسے قطعی علم کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

II- وحی (Revelation): انبیاء خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ الٰہی تعلیمات عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے ان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے۔ انبیاء پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو وحی نازل ہوتی ہے' اسے قطعی اور حتمی قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی تھے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' اس لیے اب وحی کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا ہے۔

سوال: تعلیم کے فوائد کتنی قسم کے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب

تعلیم کے اجتماعی اور معاشرتی فوائد

(Massive and Social Benefits of Education)

جہاں ایک طرف تعلیم اپنے اندر انفرادی فوائد رکھتی ہے' یعنی ایک فرد اپنی علیحدہ ذات میں تعلیم سے بے شمار فوائد حاصل کرتا ہے' وہاں دوسری طرف تعلیم ایک اجتماع' سماج' معاشرہ اور گروہ کے لیے بھی بے پناہ اجتماعی نعمتیں (Blessings) اور فوائد رکھتی ہے۔ جہاں تعلیم ایک طرف ایک فرد کی شخصیت کی تکمیل کرتی ہے' وہاں وہ ایک معاشرے کو بھی کاملیت اور تکمیل کی طرف گامزن کرتی ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

معاشرہ اور سماج کے لیے تعلیم اپنے اندر جو اجتماعی فوائد رکھتی ہے' انہیں دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

A. تعلیم کے مادی فوائد
B. تعلیم کے تہذیبی فوائد

A. تعلیم کے مادی فوائد (Physical and Material Benefits of Education): تعلیم کے مادی فوائد درج ذیل ہیں:

-1 جدید ایجادات -2 زرعی انقلاب
-3 طب کی ترقی -4 مادی ترقی

-5 جدید سہولیات -6 معاشی ترقی
-7 معاشرتی خوشحالی -8 قدرتی وسائل کی تلاش اور استعمال
-9 میڈیا کی ترقی -10 خلائی ٹیکنالوجی

1- جدید ایجادات (Modern Inventions): تعلیم نے معاشرے کو ٹی وی، وی سی آر، کیبل، ڈش انٹینا، ہیٹر، استری، واشنگ مشین، کمپیوٹر، موبائل، سی ڈی کیسٹس، لیزر ریز، الیکٹرو کارڈیو گرام، جدید کیمرے، مائیکرو ٹیلی سکوپس اور ڈیجیٹل آلات جیسی سہولیات فراہم کی ہیں۔ اس سے معاشرے کو ہر سطح پر سہولت اور آسائش ملی ہے۔

2- زرعی انقلاب (Agricultural Revolution): تعلیم کی بدولت بیجوں کی کراس پولی نیشن (Cross Polination) کے ذریعے نئی اقسام دریافت ہوئی ہیں جن کی پیداوار کئی گنا زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل، ٹریکٹر، ہارویسٹر، تھریشر اور دیگر ایجادات سے کسانوں کے لیے سہولت پیدا ہوئی ہے۔

3- طب کی ترقی (Development of Medical Science): قدیم دور میں علاج معالجہ نہ ہونے سے انسان ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے تھے۔ اب ٹی بی، طاعون، السر، یرقان، شوگر، کینسر اور اس طرح کی دیگر خطرناک بیماریوں کا علاج تقریباً ممکن ہے۔ ایڈز جیسے موذی مرض پر قابو پانے کی کوششیں بھی تیزی سے جاری ہیں۔ غرض تعلیم کی بدولت طب کے شعبے میں خاصی ترقی ہوئی ہے۔

4- مادی ترقی (Material Progress): تعلیم کی بدولت انسان نے ایک سو بیس منزلہ بلند و بالا عمارات بنائی ہیں۔ تین سو کے قریب مسافروں کو لے جانے والے بوئنگ طیارے ہیں۔ پائیدار اور کشادہ سڑکیں، تیز رفتار اور آرام دہ گاڑیاں ہیں۔ ایئر کنڈیشنر کی ایجاد نے گرمی سردی کے اثرات ختم کر دیئے ہیں۔ تعلیم نے معاشرے کو مادی ترقی کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

5- سائنسی سہولیات (Scientific Inventions): مسئلہ لباس کا ہو یا طعام کا، رہائش کا ہو یا سفر کا، پیغام رسانی کا ہو یا گھر کی تزئین و آرائش کا، تعلیم نے معاشرے کو ہر طرح کی جدید سہولیات فراہم کی ہیں۔ تعلیم کی بدولت آج کے عام انسان کی رسائی ان سہولیات تک ہو گئی ہے جو قدیم دور کے بادشاہ لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

6- معاشی ترقی (Economical Progress): جدید تعلیم کی بدولت معاشی اور اقتصادی ترقی اور ملکی آمدنی میں اضافہ ممکن ہوا ہے۔ ذرائع پیداوار بڑھے ہیں۔ معاشی ترقی کے علوم کامرس، اکنامکس اور بزنس ایڈمنسٹریشن کو سائنسی انداز میں منظم اور مربوط کیا گیا ہے۔ بنکنگ، کمرشل اور پیشہ دارانہ علوم میں ارتقاء ہوا ہے۔ مختلف شعبوں میں پیشہ دارانہ سوچ (Professionalism) کی بدولت معاشی ترقی کے نئے افق سامنے آئے ہیں۔

7- معاشرتی ترقی (Social Development): جدید تعلیم اور سائنسی ترقی کی بدولت معاشرے کے آداب واطوار، رہن سہن، رویہ جات اور رجحانات میں نمایاں تبدیلی اور ترقی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ تعلیم کی وجہ سے لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا، لین دین کرنا اور گفتگو کرنا خاصا شائستہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ حفظان صحت، صفائی ستھرائی، نہانے، غسل کرنے کی سہولیات، علاج معالجے کی سہولیات، رابطے کی سہولیات، رسل و رسائل اور آمد و رفت کی سہولیات کی بدولت معاشرے نے نمایاں طور پر ترقی کی ہے۔

8- قدرتی وسائل کی تلاش اور استعمال (Search for Natural Resources and their Utilization):
تعلیم کی بدولت قدرتی وسائل کی تلاش اور ان سے استفادہ کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ آج انسان پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر کے صحراؤں اور سنگلاخ زمینوں کا سینہ چیر کر اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر کر مختلف وسائل تلاش کر رہا ہے اور انہیں انسانی معاشرے کی بہبود اور ترقی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

9- میڈیا کی ترقی (Development of Media): تعلیم کی بدولت الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) نے انتہائی تیز رفتار ترقی کی ہے۔ دور دراز کے ایک قصبے کی خبر پل بھر میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ میڈیا کی بدولت فاصلے سمٹ

گئے ہیں۔ عالمی رابطوں میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔ فاصلاتی تعلیم (Distance Education) میں سہولت ملی ہے۔ انٹرنیٹ کی بدولت دنیا کے کسی بھی کونے سے چند لمحوں میں مطلوبہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

10- خلائی ٹیکنالوجی (Space Technology): خلائی ٹیکنالوجی کی بدولت موسمی تبدیلیاں، طوفان، زلزلوں اور دیگر زمینی و فضائی تبدیلیوں کی پیش گوئی ممکن ہوئی ہے۔ اس طرح انسان آنے والی مشکلات کا پیشگی مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ نیز سیٹلائٹ، موبائل اور ڈیجیٹل آلات کی بدولت موجودہ دنیا پر جادو کا گمان ہوتا ہے۔

سوال: عملِ تعلیم میں فلسفے کے کردار پر بحث کریں۔

جواب

عملِ تعلیم میں فلسفے کا کردار

(Contribution of Philosophy to Education)

عملِ تعلیم میں فلسفہ قدم قدم پر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ عملِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے تمام عناصر کو آپس میں مربوط، ہم آہنگ اور ہمرنگ بنانے میں فلسفہ انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عملِ تعلیم میں فلسفیانہ طریق کار کا استعمال جو تعلیم کو سمجھنے اور اس کے مسائل کے حل کی تعبیر میں معاونت کرے فلسفۂ تعلیم کہلاتا ہے۔ فلسفۂ تعلیم کا تعلیمی عمل میں کردار مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے:

(i) فلسفہ تعلیم کی کلی حیثیت: جس طرح فلسفہ انسانی زندگی کو مجموعی تناظر میں اور کلی حیثیت سے دیکھتا ہے، اسی طرح فلسفۂ تعلیم، عملِ تعلیم پر بحیثیت مجموعی بحث کرتا ہے اور کلی حیثیت سے اس کے تعین اور استوار کرنے میں مدد دیتا ہے۔

(ii) مقاصد تعلیم کا تعین: نظامِ تعلیم کا اہم ترین عنصر مقاصدِ تعلیم ہے۔ مقاصدِ تعلیم کا تعین اس فلسفہ حیات اور نظریہ حیات کی روشنی میں کیا جاتا ہے جسے معاشرہ بحیثیت قوم قبول کرتا ہے۔ چنانچہ ان مقاصدِ تعلیم کا تعین فلسفۂ تعلیم کے بتائے ہوئے اصولوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

(iii) فلسفہ تعلیم اور نظام تعلیم: فلسفہ تعلیم پورے نظامِ تعلیم میں بحیثیت روح کے جاری و ساری رہتا ہے۔

(iv) فلسفہ تعلیم بحیثیت محور: فلسفۂ تعلیم تمام عناصرِ تعلیم کو آپس میں مربوط، منظم اور مترتب بنانے میں ایک محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلسفۂ تعلیم کے بغیر یہ عناصر یکجا اور مربوط نہیں رہ سکتے۔

(v) فلسفہ اور نصاب سازی: تعلیم کا ایک اہم عنصر نصابِ تعلیم ہے۔ تعلیمی نصاب اور درسی کتب کی تدوین و تشکیل مقاصدِ تعلیم پر مبنی ہوتی ہے۔ اس طرح فلسفہ نصاب سازی کے عمل میں اہم حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ موادِ نصاب (Content) میں بھی فلسفہ کی واضح چھاپ نظر آئے گی۔ مثال کے طور پر اگر کوئی فلسفہ حواسِ خمسہ ہی کو علم کا معتبر ذریعہ سمجھتا ہے تو اس فلسفے کے تحت بننے والے نصاب میں حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل شدہ علم اور ان سے متعلقہ مضامین کو مرکزی حیثیت ملے گی لیکن اس کے برعکس وحیِ الٰہی کو علم کا معتبر ذریعہ تسلیم کیا جائے تو ایسے نصابات اور موادِ نصاب میں قرآن و حدیث اور اس کے معاون علوم اور مضامین کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔

(vi) فلسفہ اور حکمتِ تدریس: حکمتِ تدریس بھی نظامِ تعلیم میں اہم عنصر ہے۔ اس سے مراد وہ تمام سرگرمیاں، عملی تدابیر اور وسائل ہیں جن کی مدد سے موادِ نصاب طلباء تک پہنچایا جاتا ہے۔ حکمتِ تدریس میں بھی فلسفے کا کردار بڑا اہم ہے۔ حکمتِ تدریس، موادِ نصاب کے مطابق ہوتی ہے۔ اس میں فلسفیانہ نقطۂ نظر پیش نظر رکھ کر تدریس کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ کیا طالب علم کے سامنے زیرِ بحث موضوع کے دونوں پہلو پیش کر دینا کافی ہے؟ اس کے قبول یا رد کرنے کا معاملہ طالب علم پر چھوڑ دیا جائے یا اس موضوع کا خاص پہلو طالب علم کے ذہن نشین کرایا جائے۔ اس طرح فلسفیانہ اندازِ فکر کے نتیجے میں تدریسی حکمت عملی میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترقی پسند فلسفہ میں علمی آزادی کو تدریسی حکمتِ عملی کے طور پر اپنایا جائے گا جب کہ

روایت پسند فلسفہ میں ذہن سازی کو ترجیح دی جائے گی۔

(vii) حقائق کی تعبیر وتشریح: تعلیمی عمل میں تنقید، تبصرہ اور تعبیر کا معاملہ بھی فلسفہ کے تحت ہوگا۔ جیسا فلسفہ تعلیم ہوگا اسی انداز میں حقائق اور تصورات کی تعبیر وتشریح کی جائے گی۔

(viii) مقاصد وضروریات کا تعین: نظام تعلیم کی تشکیل وتنقید کے ساتھ ساتھ اس میں اصلاح اور ارتقاء کے لیے بھی فلسفہ حیات اور فلسفہ تعلیم رہنما ثابت ہوتا ہے۔ عمل تعلیم اور نظام تعلیم کی اصلاح واضح مقاصد اور ضروریات کے تحت ہونی چاہیے۔ ان مقاصد اور ضروریات کا تعین فلسفیانہ افکار کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

(ix) فلسفہ اور امتحانی جائزہ: نظام تعلیم میں امتحانات وجائزہ کا عمل مقاصدِ تعلیم کے حصول کی روشنی میں سرانجام پاتا ہے۔ اس جائزہ کے اصول اور بنیادی نکات فلسفہ تعلیم کے حوالے سے طے کیے جاتے ہیں کہ کوئی نظام تعلیم مقاصدِ تعلیم کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہے یا ناکام ثابت ہو رہا ہے۔

مندرجہ بالا نکات اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ فلسفہ تعلیم اور فلسفہ حیات کا تعلیمی عمل میں کس حد تک عمل دخل ہے۔

سوال: تعلیم میں نفسیات کے کردار پر بحث کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2008ء) (گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)

- تعلیمی نفسیات سے کیا مراد ہے اور تعلیم میں نفسیات کا کیا کردار ہے؟ (لاہور بورڈ 2010ء)
- عمل تعلیم میں نفسیات کے کردار پر مکمل نوٹ تحریر کیجیے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)
- تعلیم میں نفسیات کے کردار پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب

تعلیم میں نفسیات کا کردار

(Contribution of Psychology in Education)

نفسیات کا موضوع بچوں کے ذہن، کردار، رویہ جات اور رجحانات کا مطالعہ ہے۔ اس کی مدد سے بچوں کی خصوصیات اور دلچسپیوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تدریسی عمل کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

مندرجہ ذیل نکات سے تعلیمی نفسیات کا کردار واضح طور پر سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

1- بچوں کی نشوونما: تعلیمی نفسیات کی مدد سے بچوں کی نشوونما کا مطالعہ استاد کو ایسے اصولوں سے آگاہ کرتا ہے جن پر عمل کر کے تعلم کا عمل مؤثر اور آسان بنایا جا سکتا ہے۔

2- تعلیمی عمل کو سمجھنے میں مدد: تعلیمی عمل کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور بچوں کی ذہنی سطح، کردار، جذبات اور رجحانات کو پیش نظر رکھ کر اس عمل کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

3- انفرادی اختلافات: بچوں کے انفرادی اختلافات اور ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کر کے تدریسی عمل کو زیادہ مؤثر، دلچسپ، دیرپا اور بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

4- بہتر طریقہ تدریس: عمر کے مختلف مدارج میں بچوں کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی صلاحیتوں کا فہم حاصل کر کے معلم اپنے طریق تدریس کو بہتر بنا سکتا ہے۔

5- مختلف مسائل کا حل: مدارس میں نظم ونسق کے مسائل، تدریسی مشکلات، جماعتی تنظیم، معاشرتی ومعاشی تفاوت اور طلباء کی معاشرتی نشوونما کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

6- کردار سے آگاہی: بچے کے کردار کو سمجھنے اور مستقبل میں اس کی کامیابی کے لیے مفید پیش گوئی ہو سکتی ہے۔ ایسا سائنسی مطالعہ طلباء کے ذاتی

اور گروہی مسائل کے حل میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

7- استثنائی بچوں کے مسائل: استثنائی بچوں (Special Children) کے انفرادی مسائل کا مطالعہ کر کے ان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے تا کہ ایسے بچوں کے لیے تعلیمی عمل کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

8- مؤثر تعلم: تعلم کو سمجھنے اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل کو جاننے اور تعلم کے محرکات میں حائل رکاوٹوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

9- تعلم میں دلچسپی: بچوں کی دلچسپیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس کے مطالعہ کے لیے مہارت اور طریقے وضع کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمی نفسیات کی مدد سے متعلّم کے لیے مطالعاتی مواد کی سائنسی بنیادوں پر انتخاب اور تیاری کے عمل کو مفید اور مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

10- علمی استعداد بڑھانے میں مدد: تعلیمی نفسیات مجموعی طور پر عمل تعلیم کے مؤثر بنانے، مقاصد تعلیم کے حصول میں کامیابی، عمل تعلیم کی راہ میں حائل دشواریوں پر قابو پانے نیز متوسط اور پیچھے رہ جانے والے بچوں کی علمی استعداد کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

سوال: معاشرے میں مدرسے کے کردار پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2008ء)

☞ مدرسہ ایک معاشرتی مرکز ہے۔ اس سے کس طرح تعلیم کے عمل میں مدد لی جا سکتی ہے؟

جواب

معاشرے کا مفہوم (Concept of Society)

دنیا کے تمام انسان فطری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے:

"Man is a social animal."

یعنی ''انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔''

انسانوں کے باہمی میل جول سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جان ایف سوبر کے مطابق ''معاشرہ سے مراد ایک ایسا گروہ ہے جو کافی عرصہ سے اکٹھا رہا ہو، حتیٰ کہ وہ منظم ہو گیا ہو اور اس کے افراد اپنے آپ کو وحدت تسلیم کرتے ہوں''۔ معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو مشترک مفاد یا مقاصد کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہے۔ سمز اور کیلر کی رائے میں ''معاشرہ ایسے افراد کا مجموعہ ہے جو اشتراک عمل کے ذریعے وسائل حیات کے حصول اور بقائے نسل کی جدوجہد کرتے ہیں۔'' کہا جاتا ہے کہ:

"Society is nothing but individuals in relation."

یعنی ''معاشرہ ایسے افراد کا نام ہے جن کے درمیان باہمی روابط ہوتے ہیں۔''

مدرسہ بطور معاشرتی مرکز (School as a Social Centre): گھر کے بعد بچے کی سب سے بڑی تربیت گاہ مدرسہ ہوتا ہے۔ بچے کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی کا سلسلہ مدرسے میں جاری رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسے کو بچے کا دوسرا گھر کہا جاتا ہے۔

"School is the second home."

مدرسہ نہ صرف ایک تعلیمی مرکز ہے بلکہ یہ ایک معاشرتی مرکز کا کام بھی کرتا ہے۔ بطور معاشرتی مرکز یہ مندرجہ ذیل فرائض سرانجام دیتا ہے:

(1) ثقافتی ورثہ کی منتقلی	(2) ماحول سے روشناس کرانا
(3) عملی زندگی کی تربیت دینا	(4) سماجی کاموں کی تربیت دینا
(5) مقامی آبادی سے تعاون	(6) تعلیم بالغاں کا اہتمام
(7) سماجی تقریبات کا اہتمام	(8) مذہبی معاملات میں رہنمائی
(9) قومی شعور پیدا کرنا	(10) جمہوری اقدار کی تربیت
(11) انجمن سازی کی تربیت	(12) معاشرتی سرگرمیوں کی تربیت

(1) ثقافتی ورثہ کی منتقلی (Transfer of Cultural Heritage): تعلیم کے ذریعے نہ صرف تجربے کی مسلسل تعمیر نو اور تنظیم نو ہوتی ہے بلکہ اس کی مدد سے قوم کی تہذیب، روایات اور افکار کو اگلی نسلوں تک منتقل کیا جاتا ہے۔ مدرسہ ایک بہت بڑے ثقافتی مرکز کا کام کرتا

www.downloadclassnotes.com

ہے۔اس میں مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے بے شمار طلباء کو ایک دوسرے کے ساتھ میل جول کے مواقع ملتے ہیں۔ وہ اپنی ثقافت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔اس طرح قوم کی تہذیب اور روایات نئی نسل کو منتقل ہو جاتی ہیں۔

(2) ماحول سے روشناس کرانا (Awareness with Environment): مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اپنے اردگرد کے ماحول سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔مختلف تقریبات اور تحریکات کی وساطت سے ان کو ماحول کے بارے میں مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(3) عملی زندگی کی تربیت دینا (Training of Practical Life): مدرسہ طلباء کو مختلف پیشہ وارانہ علوم سے آراستہ کر کے ان کو عملی زندگی کی تربیت دیتا ہے۔بچوں میں ہنرمند بن کر معاشرتی مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

(4) سماجی کاموں کی تربیت دینا (Training of Social Activities): مدرسہ سماجی سرگرمیوں کی ایک بہت بڑی تربیت گاہ ہے۔مثلاً سکاؤٹنگ، گرل گائیڈنگ اور سماجی بہبود کے منصوبوں سے طلباء کو سماجی کاموں کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

(5) مقامی آبادی سے تعاون کو فروغ:

(To Promote Cooperation with Local Community)

مدرسہ مختلف تحریکات کے ذریعے مقامی آبادی کے ساتھ رابطہ رکھتا ہے۔اس سلسلے میں طلباء کے والدین اور سرپرست اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اساتذہ، طلباء اور علاقہ کے لوگوں کے باہمی میل جول سے مدرسہ اور مقامی آبادی کے درمیان تعاون اور اشتراکِ عمل کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

(6) تعلیم بالغاں کا اہتمام (Arrangement of Adult Education): حکومت ملک میں شرح خواندگی میں اضافہ کرنے کے لئے تعلیم بالغاں کا اہتمام کرتی ہے۔تعلیم بالغاں کے مراکز مدرسوں میں قائم کئے جاتے ہیں۔مدرسہ تعلیم بالغاں کا اہتمام کر کے اہم معاشرتی خدمت سرانجام دیتا ہے۔

(7) سماجی تقریبات کا اہتمام (Arrangement of Social Functions): مدرسہ جن متعدد سماجی تقریبات کا اہتمام کرتا ہے ان میں یوم والدین، سالانہ کھیلیں، مینا بازار، ورائٹی شوز، ثقافتی میلے اور نمائشیں شامل ہیں۔ان سماجی تقریبات سے ثقافتی اقدار کو فروغ ملتا ہے۔اس طرح مدرسہ ایک معاشرتی مرکز کا کردار ادا کرتا ہے۔

(8) مذہبی معاملات میں رہنمائی (Guidance in Religious Affairs): مدرسہ کے نصاب میں دینیات کا مضمون شامل ہوتا ہے۔اس میں اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات کا درس دیا جاتا ہے۔بچوں کی شخصیت کی تعمیر اور کردار سازی بھی مدرسے کے اہم فرائض میں شامل ہے۔

(9) قومی شعور پیدا کرنا (To Develop National Thought): کسی بھی ملک کے نظامِ تعلیم کا بنیادی مقصد قومی مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔مدرسہ طلباء میں قومی شعور پیدا کر کے ان میں جذبہ حب الوطنی پیدا کرتا ہے۔

(10) جمہوری اقدار کی تربیت (Training of Democratic Values): مدرسہ تعلیمی عمل کے ذریعے بچوں کو کئی جمہوری اقدار مثلاً نظم وضبط، مساوات، محنت، تعاون، ایمانداری اور آزادی عمل کی تربیت دیتا ہے۔اس سلسلے میں نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔مثال کے طور پر کھیل کے میدان میں بچوں میں اشتراکِ عمل، تعاون، نظم وضبط اور اطاعت کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔اسی طرح کمرہ جماعت میں بھی بچے ڈسپلن، ایمانداری اور محنت جیسی اقدار سے آراستہ ہوتے ہیں۔اس طرح مدرسہ جمہوری اقدار کی تربیت کرتا ہے۔

(11) انجمن سازی کی تربیت (Training of Society Development): مدرسہ اساتذہ اور طلباء میں معاشرتی شعور بیدار کرنے کے لئے مختلف انجمنیں اور تنظیمیں تشکیل دیتا ہے۔ان میں سٹوڈنٹس یونین، ٹیچرز یونین، فوٹوگرافک سوسائٹی، ریکری ایشن کلب، سپورٹس کلب، ڈرامیٹک کلب، میگزین سوسائٹی اور اولڈ سٹوڈنٹس یونین وغیرہ شامل ہیں۔انجمنیں بچوں میں اشتراکِ عمل اور تعاون کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔

(12) معاشرتی سرگرمیوں کی تربیت (Training of Social Activities): مدرسہ کئی تقریبات کا انعقاد کرتا ہے۔ ان میں سالانہ کھیلیں، ٹورنامنٹ، مباحثے، مینا بازار، ثقافتی شو، یوم والدین، بین المدارس مقابلے، سکاؤٹنگ اور گرل گائیڈنگ وغیرہ نمایاں ہیں۔ ان تقریبات سے اساتذہ اور طلباء کو معاشرتی مطابقت کی تربیت ملتی ہے۔

سوال: معاشرہ اور تعلیم کے تعلق پر ایک نوٹ تحریر کریں۔

جواب

معاشرہ اور تعلیم (Society and Education)

جب چند افراد شعوری طور پر مشترکہ مقاصد کے ساتھ مل جل کر رہنے لگیں تو معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے۔ گویا معاشرہ بجائے خود کوئی الگ وجود نہیں بلکہ یہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ افراد ہی کے رہن سہن، رسوم و رواج، مشترکہ انداز فکر، مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی اقدار میں مماثلت معاشرے کی تخلیق کا باعث بنتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان معاشرت پسند ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مل جل کر رہنے کی خواہش ودیعت کر رکھی ہے۔ انسانی نسل کے تسلسل اور تحفظ کے لیے بھی معاشرے کا وجود ضروری ہے۔

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ہر چیز اس کے لیے اجنبی ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنے ماحول سے مانوس ہوتا جاتا ہے۔ اس نئے ماحول کے ساتھ اپنائیت کی علامت یہ ہے کہ وہ اس قسم کی حرکات و اعمال کرنے لگتا ہے، جو وہ اپنے اردگرد کے ماحول میں مشاہدہ کرتا ہے۔ بچے کی زبان، اخلاق و عادات، کھیل کود وغیرہ اس کی واضح مثالیں ہیں۔ اس طرح معاشرے کا رکن بننے کے ساتھ ساتھ وہ مسلسل تعلیمی عمل سے بھی گزرتا رہتا ہے۔ اس عمل پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں معاشرتی پہلو تعلیمی پہلو کے لیے بنیاد کا کام دیتا ہے۔

بچے کے ابتدائی معلم اس کے والدین ہوتے ہیں، جو بچے کی شخصیت پر گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑتے ہیں۔ گھریلو ماحول بچے کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ بچہ فطری طور پر وہ سب کچھ اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو وہ دیگر افراد خانہ کو کرتے دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بھی بچے کو بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کی باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں۔ مثلاً بڑوں کی عزت کرنا، اللہ تعالیٰ کو ماننا، بُری باتوں سے بچنا اور اچھی باتوں کی ترغیب دینا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کی بنیاد عموماً گھر ہی میں رکھ دی جاتی ہے اور ان کے نتائج بہت دور رس ہوتے ہیں۔

زمانہ قدیم کا معاشرہ اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا جتنا کہ آج ہے۔ قدیم معاشرے کی ضروریات اور رسوم و رواج بھی زیادہ نہ تھے۔ والدین کے لیے اپنے بچوں کو جملہ معاشرتی اقدار کی تعلیم دینا مشکل نہ تھا۔ رفتہ رفتہ معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتا گیا اور ساتھ ہی انسانی معاشرے کی ضروریات و اقدار میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ اس طرح ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی گئیں۔ اس صورتحال میں معاشرے کے لیے بچوں کو گھروں پر مکمل تعلیم دینا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ معاشرے نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جو معاشرے کی اس ضرورت کی تکمیل کر سکیں۔ اس طرح رسمی تعلیمی ادارے وجود میں آئے تاکہ افراد ان اداروں میں تعلیم حاصل کر کے نہ صرف معاشرے میں اپنے لیے کوئی مقام بنا سکیں بلکہ معاشرے کی تعمیر میں بھی اپنا کردار ادا کر سکیں۔

تعلیمی عمل صرف معاشرے ہی میں ممکن ہے۔ نظامِ تعلیم کا دارومدار معاشرے کی اقتصادی، سیاسی، مذہبی، اجتماعی اور ثقافتی اقدار و ضروریات پر ہے۔ انہی سے مقاصدِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور طریقِ تدریس کا تعین ہوتا ہے۔ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو فرد کا سماجی منصب متعین کرتا ہے۔ فرد کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے مقاصد جو معاشرہ مقرر کرتا ہے، ان کے حصول کے لیے دیانتداری سے عمل کرے۔

کسی بھی ملک کے مستقبل کا انحصار اس ملک کے معاشرے اور تعلیم کے باہمی تعامل پر ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک دوسرے کی ضروریات کو پیش نظر رکھا جائے۔ ماہرین تعلیم اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ بدلتی ہوئی دنیا کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے طریقوں کو ان کے مطابق ڈھالنے اور سوچنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ معاشرہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ ایک منزل کو پا لینے کے بعد نئی منازل کا تعین کیا جاتا ہے اور پھر اس کے حصول کے لیے تگ و دو شروع ہو جاتی ہے، اس طرح یہ عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

اچھی تعلیم معاشرے کی اہم ضرورت کو فراموش نہیں کر سکتی۔ دونوں میں باہمی ربط و اتصال یعنی ہم آہنگی ہی سے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے بغیر معاشرہ فعال اور متحرک نہیں بن سکتا۔ معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھا جائے اور آئندہ کی منصوبہ بندی کے لیے موجودہ حالات کو بہتر سے بہتر طور پر استعمال کیا جائے۔

سوال: تعلیم کی معاشی بنیادوں کے بارے میں تفصیل سے نوٹ تحریر کریں۔

جواب

تعلیم کی معاشی بنیادیں

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کا دارومدار اس کے معاشی وسائل اور ان کے صحیح استعمال پر ہے۔ اگر قدرتی وسائل موجود ہوں لیکن معاشرہ ان وسائل سے آگاہ نہ ہو اور ان کو استعمال میں نہ لائے تو ان وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔ اسی طرح وسائل کی کمی بھی معاشرے کی اقتصادی ترقی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وسائل کی کمی کو محنت اور بہتر منصوبہ بندی سے کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کو ان وسائل کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور مناسب استعمال کی تربیت دی جائے۔ تعلیم ہی ایسا عمل ہے جس کی مدد سے طلباء کو معاشرے کی معاشی ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کرنے کے لیے تیار کیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے افرادِ معاشرہ کی تعلیم خاص طور پر سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم و تربیت کے ذریعے معاشی مسئلے کا حل پیش کرکے دوسروں کے لیے نمونہ پیش کیا ہے۔ اسی سے معاشرہ انفرادی' اجتماعی اور اقتصادی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

تعلیم اور معاشیات کا باہمی تعلق: تعلیمی ادارے افراد و معاشرہ کو مختلف پیشوں کے لیے زیور تعلیم سے آراستہ کر کے معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں اور اس کے اثرات نہ صرف معاشرے کی سماجی' سیاسی اور گھریلو زندگی پر پڑتے ہیں بلکہ ملک میں معاشی خوش حالی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

تعلیم کے ذریعے معاشرے کی افرادی قوت کو معاشی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے اور معاشی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اگر تعلیم افرادِ معاشرہ میں ایسی خوبیاں اور اوصاف پیدا کرے جو ایک جدید اور ترقی یافتہ معاشرہ کے لیے ضروری ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک معاشی و اقتصادی لحاظ سے خوشحال نہ ہو۔ مثلاً تعلیم کے ذریعے طلباء میں تحقیق' تجربہ' ہنرمندی' احساس ذمہ داری اور کام کرنے کی لگن پیدا کردی جائے تو معاشرہ اپنی تکمیل کی راہیں خود تلاش کرے گا۔

ملکی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں تعلیم و تربیت کا ایک ایسا نظام ہو جو معاشرے کے ہر شعبۂ زندگی کے لیے موزوں افرادی قوت مہیا کرنے کا اہل ہو۔ گویا ملک کے نظام تعلیم میں معاشی ترقی کے لیے مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جانی چاہئیں:

نظام تعلیم میں معاشی ترقی کے لیے چند اہم خصوصیات:

-1 نظام تعلیم طلباء کو ایسے مواقع فراہم کرے کہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرسکیں۔
-2 طلباء کی صحیح سمت میں رہنمائی کرے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور رجحانات کے مطابق مناسب پیشوں کا انتخاب کرسکیں۔
-3 صنعتی' تجارتی اور زرعی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کرے۔
-4 فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے حصول کے لیے ذرائع فراہم کرے۔
-5 سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے لیے مناسب اور اہل افرادی قوت تیار کرے۔
-6 معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی ترقی میں مددگار ثابت ہو۔
-7 ابتدائی تعلیم پر خصوصی توجہ کے نتیجے میں طلباء کی تعلیمی بنیادوں کو مضبوط اور پائیدار بنائے۔
-8 نصاب تعلیم میں بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کے مطابق تبدیلی اور ترمیم کی گنجائش رکھے۔
-9 تعلیمی ادارے میں جدید علوم پر تحقیق کے مواقع فراہم کرے۔
-10 مجموعی طور پر ایسی تعلیمی حکمتِ عملی وضع کرکے اُسے جدید خطوط پر اس طرح استوار کرے جو معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ سماجی اور معاشرتی ترقی کی رفتار کو تیز کرے۔

تعلیم کی معاشی بنیادوں کے لیے اہم نکات: تعلیم کی معاشی بنیادوں کے لیے مندرجہ ذیل نکات بہت اہم ہیں:

1- تعلیم کی معاشی اساس میں طلب حلال اور اجتنابات حرام کا خاص خیال رکھا جائے۔

2- کسب معاش کے ذرائع میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے حلال اور جائز روزی کے حصول کے لیے جدو جہد اور کوشش عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

3- انسانوں اور افراد معاشرہ کی جائز معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاشی وسائل کی تلاش اور فراہمی پر خصوصی توجہ دی جائے۔

4- کسب حلال کے لیے مختلف پیشوں کے لیے ماہرین کی تیاری کے لیے پیشہ وارانہ پہلو کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ تعلیم برائے تعلیم کے ناقص تصور کی بجائے تعلیم معاشرے کے ہنر مند افراد، کارکن اور لیڈر تیار کرے جو تمام شعبۂ ہائے حیات میں اسلامی اقدار اور اصولوں کی روشنی میں وسائل رزق تلاش کر سکیں اور معاشرے کی معاشی ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔

5- تسخیر کائنات کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر کائنات کے اندر پوشیدہ خزانوں کا کھوج لگایا جائے اور وسائل رزق کی تلاش کے لیے مادی اور معدنی وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ اس مقصد کے لیے تعلیم میں تحقیق کو نمایاں حیثیت دی جائے۔

6- تعلیم کے ذریعے افراد معاشرہ میں محنت میں عظمت کے اصول کو اُجاگر کیا جائے۔

7- معاشی ترقی کی راہ میں بدعنوانی، کرپشن، ہر قسم کے استحصال اور ناجائز ہتھکنڈوں کے ذریعے دولت کے حصول کی حوصلہ شکنی کی جائے اور تعلیم کے ذریعے افراد معاشرہ کو اس سے آگہی اور شعور پیدا کیا جائے۔

8- معاشرے میں پس ماندہ اور محروم طبقات کو معاشی لحاظ سے اوپر اٹھانے کے لیے اسلامی اخوت اور اسلام کے معاشی تصورات کو افراد معاشرہ کے ذہنوں میں اُجاگر کرنے کے لیے تعلیم کو ذریعہ بنایا جائے۔

مندرجہ بالا باتوں میں پیشہ وارانہ مہارتوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضا کا جذبہ پیدا کرنے اور اخروی زندگی کی تیاری کا اہم مقصد نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے تاکہ ایک متوازن، عادلانہ، منصفانہ اجتماعی فلاحی معاشرہ وجود میں لایا جا سکے۔

ٹیکسٹ بک کی مکمل حل شدہ آزمائشی مشق

کثیر الانتخابی سوالات (Multiple Choice Questions)

☐ **ہر سوال کے دیئے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

(i) کسی بھی قوم کا طرزِ فکر، طرزِ عمل اور اخلاقی اقدار و روایات کے مجموعہ کو کہتے ہیں:
(الف) نظریۂ حیات ✓ (ب) قومی عمل (ج) قومی اخلاقیات (د) قومی فکر

(ii) انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟
(الف) فرض ادا کرنا (ب) اطاعتِ الٰہی ✓ (ج) تحقیق کرنا (د) تعلیم حاصل کرنا

(iii) انبیاء کے وارث کون ہیں؟
(الف) حکمران (ب) عوام (ج) علماء ✓ (د) زاہد

(iv) نظامِ تعلیم میں اہم عنصر کون سا ہے؟
(الف) حکومت (ب) عوام (ج) حکمران (د) حکمت تدریس ✓

(v) تعلیم کا سب سے اہم مقصد کیا ہے؟
(الف) رضائے الٰہی کا حصول ✓ (ب) بچے کی نفسیات جاننا (ج) تزکیۂ نفس (د) متوازن نشوونما

(vi) ہر انسان فطرتاً پیدا ہوتا ہے:
(الف) پڑھا لکھا (ب) آزاد ✓ (ج) اَن پڑھ (د) غلام

(vii) زندہ قومیں اپنی اقدار اور روایات کو کیا کرتی ہیں؟
(الف) چھوڑ دیتی ہیں (ب) اضافہ کرتی ہیں **(ج) زندہ رکھتی ہیں ✓** (د) بدل دیتی ہیں

(viii) نظم و ضبط میں پہلا اصول ہے:
(الف) سزا دینا (ب) بڑوں کا ادب (ج) صفائی ستھرائی **(د) وقت کی پابندی ✓**

(ix) تعلیم بنیادی طور پر کون سا عمل ہے؟
(الف) معاشرتی عمل ✓ (ب) جسمانی عمل (ج) تعلیمی عمل (د) روحانی عمل

(x) تعلیم کا اصل فائدہ کیا ہے؟
(الف) علمی و تہذیبی (ب) سماجی ✓ (ج) سیاسی (د) معاشی

مختصر سوالات و جوابات

(Short Questions & Answers)

☆ **مختصر سوالات کے جوابات لکھیں۔**

سوال 1: تعلیم کی تعریف کریں۔
جواب: تعلیم میں وہ تمام تجربات اور معلومات شامل ہیں جو بنی نوع انسان نے آغازِ انسانیت سے آج تک تاریخ کے مختلف ادوار میں نسل در نسل منتقل کر کے ہم تک پہنچائے ہیں۔

سوال 2: نظریۂ حیات سے کیا مراد ہے؟
جواب: کسی بھی قوم کے طرزِ فکر، طرزِ عمل اور اخلاقی اقدار و روایات کے مجموعہ کو نظریۂ حیات کہا جاتا ہے۔

سوال 3: تعلیم کی چار اہم بنیادوں کے نام بتائیں۔
جواب: (i) نظریاتی بنیادیں (ii) نفسیاتی بنیادیں
(iii) فلسفیانہ بنیادیں (iv) سماجی و معاشی بنیادیں

سوال 4: اسلامی تعلیم کے بنیادی عناصر تحریر کریں۔
جواب: (i) تلاوتِ آیات (ii) تزکیۂ نفس
(iii) تعلیم کتاب (iv) تعلیم حکمت

سوال 5: تعلیم کی اہمیت کے بارے میں کوئی ایک قرآنی آیت بمعہ ترجمہ بیان کریں۔
جواب: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. (طٰہٰ آیت 114)
ترجمہ: اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

سوال 6: کوئی ایک حدیث بمعہ ترجمہ بیان کریں جس میں تعلیم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہو۔
جواب: ''مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

سوال 7: علم سے کیا مراد ہے؟
جواب: علم سے مراد کسی بھی شے کا جاننا، پہچاننا، سمجھنا یا اُس کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم کے حصول کے لیے کون سے حواس عطا فرمائے ہیں؟
جواب: (i) دیکھنے کی حس (ii) چھونے کی حس

www.downloadclassnotes.com

(iii) چکھنے کی حس (iv) سونگھنے کی حس (v) سننے کی حس

سوال 9: تعلیم کا معاشی فائدہ کیا ہے؟

جواب: تعلیم کے نتیجے میں معاش اور رزق کے وسائل کی دریافت ہوتی ہے۔ بہتر سہولیات اور آسائش کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ افرادِ معاشرہ کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔

سوال 10: عمل تعلیم کے اہم نکات تحریر کریں۔

جواب: (i) بچے کی نشوونما کے مراحل۔ (ii) عمر کے مختلف مدارج میں بچے کے رویے۔

(iii) بچوں کی دلچسپیاں، رجحانات اور ضروریات۔

سوال 11: الہام اور وحی میں فرق واضح کریں۔

جواب: الہام اور وحی میں واضح فرق یہ ہے کہ الہام عام انسان پر بھی ہو سکتا ہے مگر وحی صرف نبیؐ پر نازل ہوتی ہے۔ الہام امکانی علم ہے جبکہ وحی کامل ذریعہ علم ہے۔

سوال 12: تعلیم میں نفسیات کا کردار واضح کریں۔

جواب: بچوں کی دلچسپیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تعلیمی نفسیات کی مدد سے متعلم کے لیے مطالعاتی مواد کی سائنسی بنیادوں پر انتخاب اور تیاری کے عمل کو مفید اور مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

سوال 13: فلسفہ کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: فلسفہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی حب دانش (Love for Wisdom) حقائق کی تلاش جو انسانی عقل کی بنیاد پر کی جائے فلسفہ کہلاتی ہے۔

سوال 14: قومی ترقی میں تعلیم کا کردار بیان کریں۔

جواب: تعلیم سے بحیثیت مجموعی قومی ترقی کی راہ کھلتی ہے۔ ملکی سطح پر زراعت، انجینئرنگ، میڈیکل اور صنعت و حرفت کی بدولت معاشی خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔

سوال 15: انسانی زندگی میں حیران کن تبدیلی کی کیا وجہ ہے؟

جواب: انسانی زندگی کے روزمرہ معمولات میں تیز رفتار تبدیلی کی اصل وجہ سائنسی ایجادات ہیں۔ نت نئی ایجادات نے انسانی طرز زندگی میں ایک بڑا انقلاب برپا کر دیا ہے۔

سوال 16: حضور ﷺ نے تعلیم و تدریس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کرے اور پھر اُس کی تعلیم دے۔" (ابنِ ماجہ)

سوال 17: انسان نے آج تک جو علم حاصل کیا، اُس کے پانچ ذرائع ہیں۔ اُن میں سے تین ذرائع علم بیان کریں۔

جواب: (i) عقل، حصول علم کا ذریعہ جس سے غور و فکر کر کے نتائج اخذ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ ایک مفید ذریعہ علم ہے۔

(ii) وجدان، کسی مسئلے کا حل بغیر کسی غور و فکر، سوچ بچار کے اچانک انسان کے ذہن میں آ جائے تو اس ذریعۂ علم کو وجدان کہتے ہیں۔

(iii) وحی، علم کے حصول کا سب سے معتبر ذریعہ وحی ہے۔ باقی تمام ذرائع سے حاصل ہونے والا علم امکانی ہے۔ حتمیت اور قطعیت صرف علم وحی کو حاصل ہے۔

سوال 18: مذہب اور فلسفہ کے تعلق کو مختصراً بیان کریں۔

جواب: فلسفہ اور مذہب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ فلسفہ فقط عقل اور عقلی استدلال پر استوار ہوتا ہے جبکہ مذہب کی بنیاد انسانی عقل کے ساتھ ساتھ الہامی تعلیمات پر ہوتی ہے۔ عمومی طور پر مذہب اور فلسفے دونوں کا مطمعِ نظر حق و صداقت تک رسائی ہے۔

سوال 19: فلسفۂ تعلیم بحیثیت محور کس طرح ہے؟

جواب: فلسفۂ تعلیم تمام عناصر تعلیم کو آپس میں مربوط، منظم اور مترتب بنانے میں ایک محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلسفۂ تعلیم کے بغیر یہ عناصر یکجا اور

www.downloadclassnotes.com

مربوط نہیں رہ سکتے۔

سوال 20: مدرسہ بطورِ معاشرتی مرکز ہونا واضح کریں۔

جواب: گھر کے بعد بچے کی سب سے بڑی تربیت گاہ مدرسہ ہوتا ہے۔ بچے کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی میں مدرسے کی بڑی اہمیت دیکھی گئی ہے چنانچہ مدرسہ نہ صرف ایک تعلیمی مرکز ہے بلکہ یہ ایک معاشرتی مرکز بھی ہے۔

سوال 21: معاشیات اور تعلیم کا باہمی تعلق ثابت کریں۔

جواب: تعلیم کے ذریعے معاشرے کی افرادی قوت کو معاشی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ مثلاً تعلیم کی بدولت طلباء کو تحقیق، ہنرمندی، سائنس و ٹیکنالوجی، صنعتی، تجارتی اور زرعی سمیت تمام شعبوں میں ماہر بنایا جاتا ہے۔ تعلیم اور معاشیات کا باہمی تعلق معاشی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔

سوال 22: ذرائع علم میں وحی ایک ذریعہ ہے اس کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: حصولِ علم کا معتبر اور کامل ذریعہ وحی ہے۔ وحی الٰہی علم کا قطعی، حتمی اور بے عیب ذریعہ ہے چونکہ یہ علم اللہ رب العزت اپنے برگزیدہ نبیوں کے ذریعہ انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ اس علم میں پیغمبر کے تجربات، مشاہدات اور عقل کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ علم بغیر کسی ظاہری اسباب کے پیغمبر کو مل جاتا ہے۔

سوال 23: ذریعہ علم میں اسناد کی اہمیت کو واضح کریں۔

جواب: اسناد سے مراد وہ علم جو سینہ بہ سینہ ہمارے آباؤ اجداد کے ذریعے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ البتہ اسنادی علم عقل و شعور یا وحی الٰہی کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ غلط۔

سوال 24: علم نفسیات اور تعلیم میں تعلق پر روشنی ڈالیے۔

جواب: تعلیم کا ایک مقصد فرد کو آئندہ زندگی میں کامیابی کے لیے تیار کرنا ہے۔ نفسیات کے ذریعے فرد کی ذہنی صلاحیتوں کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ علم نفسیات کی مدد سے اساتذہ کو بخوبی یہ علم ہوتا ہے کہ عمل تدریس میں کسی خاص مقصد تعلیم میں کامیابی کے لیے کن نفسیاتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوال 25: اسلامی تصورِ تعلیم قرآن مجید کی روشنی میں بیان کریں۔

جواب: (i) وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًاo (طه آیت 114)

ترجمہ: کہو اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

(ii) قُل هَل يَستَوِي الَّذِينَ يَعلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يعلَمُونَo (الزمر آیت 9)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

اسلام نے تعلیم کو قدرت کے رازوں سے آگاہی کا مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے چونکہ تعلیم حصولِ رضائے الٰہی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

......☆......